

ام احمد صاحب انجمن تعلیم

محمد جلال الدین قادری

مرکزی مجدد رحنا اللہ فو

Marfat.com

ام احمد ضا
قدس سوہ

کا
نظریہ علم

محمد جلال الدین قادری

بانيِ مجلس:- حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرسرا

سلسلہ طبعات مرکزی مجلسِ رضا - ۶۸

نام کتاب — امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم
مولف — محمد جلال الدین قادری
ناشر — مرکزی مجلسِ رضا۔ لاہور
مطبع — محمود ریاض پرنسپلز۔ لاہور
ہدیہ — دعائے خیر بحق معاونین
جلد — مجلسِ رضا
تعداد — چار ہزار۔ پار اول ربیع اول ۱۴۰۵ھ دسمبر ۱۹۸۴ء
بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتا

مرکزی مجلسِ رضا (جسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶- لاہور

بیرون جات کے حضرات دو روپے کے ڈاک بکٹ بھیج کر طلبے میں

۳ آئینہ

اتساب —

عرض احوال

اظہارِ تشرک

فضائلِ علم

۵

۱۶

۲۰

۲۱

قرآن مجید سے۔

۲۲

حدیث شریف سے۔

۲۵

کلاماتِ اکابر سے

اکابر مأہرینِ تعلیم کے نظریات

۲۸

امام غزالی —

۳۱

ابن خلدون —

۳۳

شہادتِ اللہ —

۳۷

عبداللهِ اقبال

۴۵

الاستباء

۴۷

امام احمد رضا، بیکشیت عظیم مأہر تعلیم

امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم :

۵۳

الارشاد نظریہ مرکزیت، نظریہ افادیت
 نظریہ حکمت، نظریہ عظمت، نظریہ عرمت، نظریہ مہابت،
 نظریہ تہیت، جلب منفعت، نظریہ روحانیت، نظریہ شعرو
 ادب، نظریہ ابتدائی تعلیم، تعلیم نسوان، غیر ملکی امداد،
 کتاب اور تعلیم، ذریعہ تعلیم، تعلیم میں غیر متعلقہ امور۔

ماخذ و مراجع

۱۱۵

انتساب

گرامی عزت والد ماجد حضرت قبلہ مولانا
 خواجہ بن مجددی امت برکاتہم العالیہ کی پُر خلوص دعاوں کیسا تھے
 قدوۃ العلماء الراسخین حضرت شیخ الحدیث ابوالفضل
 محمد سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اعظم پاکستان
 کی بارگاہ میں اس کتاب کو پیش کرتا ہوں۔
 ۱۔ گرقبوں افتادہ ہے عز و شرف
 ۲۔ بادشاہ شکر سلطانی مخصوص
 یک نگاہ ہے برگہ ائے سینہ ریش

محمد جلال الدین قادری عنی عنہ

لہ افسوس کہ حضرت مولانا مسعود ح کا ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ/ ۶ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو انتقال ہو گیا۔
 ادارہ آپ کے لئے ایصال ثواب کا مندرجی ہے (رادارہ)

تہذیب تحفہ حکیم

آج سے کم و بیش سو لہ سال قبل وہ دن کس قدر مبارک ہو گا جب مرکزی مجلس رضا

لاہور کا قیام عمل میں آیا یوں نصف صدی بعد پہلی بار اہلسنت نے کتاب کی اہمیت
کو محسوس کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کئی ایک اشاعتی ادارے وجود میں آگئے اور سنی
لڑپچر کے فعدان میں کی ہوتی چلی گئی۔ درحقیقت یہ مجلس رضا کی تحریک کا قیضان
تھا۔ اس انقلاب کے حوالے سے حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ،
(بانی و سرپرست اعلیٰ مرکزی مجلس رضا جسڑہ) کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

مرکزی مجلس رضا جسڑہ لاہور کی تشكیل کے جو مقاصد متعین کئے

گئے ان میں مجدد الامّة امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات، تعلیمات
خدمات اور دیگر علمائے اہلسنت کی تصانیف کی دیسیع پیجائے پر اشاعت سفرہ سرتھی
تھی اس لئے اشاعت کتب (بلاقیمت) کو اولیٰ تھی۔

مجموعی طور پر اب تک تین لاکھ تا میں ہزار کتابیں مختلف
زبانوں (عربی، اردو، انگریزی، پشتون اور سندھی) میں طبع کرو کے اطراف و اکناف
عالم میں پہنچائی جا چکی ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابوں کے تین تین چار چار ایڈیشن
شائع ہوئے بعض کتابوں کے اس سے بھی زیادہ ایڈیشن نکلے خصوصاً محاسن کنز الایمان
۱۱ مرتبہ (تعداد ۶۹ ہزار) فضائل درود وسلام ۱۶ مرتبہ (تعداد ۳۰ ہزار) اور خاک حجاز
کے نگہبان ۲ مرتبہ (۱۳ ہزار) شائع ہوئیں۔ کنز الایمان کے خلاف سازش اور اس
کا ثابت جواب تو پہلی مرتبہ ہی دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی یہ انقلابی سلسلہ آج

بھی پورے التزام کے ساتھ چاری ہے۔ زیر نظر کتاب اس سلسلے کی تائیں کر رہی ہے۔
مرکزی مجلس رضا کی اس تحریک کے اثرات کی خاص علاقہ
تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کا دائیہ کار دنیا بھر کے اہل قلم پر محیط ہے۔ اس بات
کا اندازہ مجلس کو موصول ہونے والے خطوط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بے پناہ فضل درم اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والیٰم
کی بے کار رحمت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ مجلس اپنے بنیادی اثاثتی پروگرام میں
تسلیم برقرار رکھتے ہوئے اپنے قائم کردہ ذیلی شعبوں پر بھی بھر پور توجہ دے رہی ہے۔
تین ماہ کی مختصر مدت میں مسجد رضا واقع محمدی سٹریٹ چاہ میراں
لاسور کی تعمیر اور تزئین و آرائش کی تکمیل مجلس رضا کا کوئی کم کار نامہ نہیں، جسے معمولی سمجھ
کر نظر انداز کر دیا جائے۔

شیخ العرب والجم شاہ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدین خلیفہ
امام احمد رضا بریلوی قدس سر ہما کے نام پر قائم مدرسہ ضیاء الاسلام واقع مسجد رضا
میں اس وقت دو صد سے زائد بچے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

نادار مریضوں کو مفت طبی امداد ہیا کرنے کی خاطر مسجد رضا سے
ملحق رضا فریڈ پنسنری عرصہ دو سال سے مصروف کار رہے جہاں روزانہ کثیر السعداد
مریض علاج کی غرض سے آتے ہیں اور جمانتی بیماریوں سے شفایا پاتے ہیں۔

مسجد رضا میں واقع رضا لا بُریری سے پڑھے لکھے لوگ فکری
عوارض سے شفایا ب ہوتے ہیں اور عامۃ الاناس لاعلمی کے اندر ہیروں سے نجات
حاصل کرتے ہیں۔

پچھے کتاب کے بارے میں

ہراروں سال نگس اپنی بے نوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ و رسدیا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ چودھویں صدی کے

مجدد برحق تھے۔ یہ ایک مسلمہ خیقت ہے جس پر علمائے حرمن شریفین، پاک و ہند

و دیگر بلاد اسلامیہ بیک زبان رطب اللسان میں لئے

اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے آج سے پون صدی قبل کے

مجموعی ماحول پر زگاہ دوڑا میں تو ہر طرف ملتِ اسلامیہ کے بنیادی اعتقاد اور اجتماعی مفاد

کے خلاف سازشوں کے جال بھرے نظر آتے ہیں۔ یہی وہ حالات تھے جن میں امام

ملہ، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: چودھویں صدی کے مجدد "مصنفہ مکہ العلام مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ طبع مکتبہ رضویہ لاہور۔

۱۷: تفصیل کیسے ملاحظہ ہو: تقدسیں الکیل رمقدس علامہ اقبال احمد فاروقی طبع لاہور

۲: حیات صدر الافتاضل مرتبہ حکیم سید علام مصین الدین نعیمی علیہ الرحمہ طبع لاہور

۳: افتراضات صدر الافتاضل " " " "

۴: مذاہب الاسلام مصنفہ حکیم نجم الغنی رامپوری طبع لاہور

۵: رسائل رضویہ (جلد دوم)، مرتبہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ بھان پوری طبع لاہور

۶: الصورۃ المہندیۃ (مقدمة) " " " طبع ساہیوال

۷: تحریک آزادی مہند اور السواد الاعظم مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد طبع لاہور

۸: گناہ بے گناہی " " " " " کراچی

۹: نورونار " " " " طبع کراچی

۱۰: علی ان پائیس (انگریزی)، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (مرحوم)

احمد رضا قدس سرہ پوری مجددانہ شان و شوکت، مصلحانہ جاہ و جلال اور حکیمانہ تدبیر
وفراست کے ساتھ میدان عمل میں تشریف لائے۔ اساس ایمان عشق رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے دل و دماغ سے محو کر دینے والی ہر نام نہاد اصلاحی
تحریک، تنظیم، تحریر اور تقریر کا اینی یتیخ قلم سے قلع قمع کیا اور مسلمانوں کی فلاج
و کامرانی کو صرف اور صرف علامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ قرار دیا۔

جناب میاں عبدالرشید رکالم نگار نورِ بصیرت (رقمطراز میں
”بر عظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو یاسی خود کشی“ سے

بچانے اول ان کے ایمان کو اندر وی اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے
کے سلسلہ میں حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے جو گر انقدر خدمات سر انجام
دی ہیں۔ وہ لائق صدتائش ہیں“ لے

بڑش گورنمنٹ نے اپنے اقتدار کو اتنا حکام بخشنا چاہا تو عیا ایت
کی تبلیغ اور اپنی ثقافت کی ترویج کو ضروری سمجھا اور

پسلی پھر ڈک اٹھی نگہداشت خاں

اللہ اشعبہ تعلیم کو مشرف بہ عیا ایت کرنے کی سوجھی خاتم الحکما، شہید آزادی حضرت
علامہ فضل حق خیر آبادی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

”انہوں (انگریزی) نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور
زبان و دین کی تلقین کے لئے شروع اور دیہات میں مدرسے قائم
کئے۔ پچھلے زمانے کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب

کے مٹانے کی پوری کوشش کی ”لے

اس بات کی تصدیق لارڈ میکالے کے ان الفاظ سے کی جا سکتی ہے۔

” ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور

ہماری گروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی

چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر بذاق ،

رأئے، زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔

اس پروگرام کے مضرمات کو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

کی دُورس نگاہوں نے بھانپ لیا۔ چودھویں صدی کے مجدد برقی ہونے کی حیثیت

سے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح تعلیم و تدریس کے شعبہ میں بھی تجدید و اصلاح کی

طرف توجہ فرمائی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظام تعلیم کے تحت فارغ التحصیل ہونے

والے ماہرین تعلیم کے مذموم عزاداری کو طشت از با م کیا۔ ان کے مرتبہ نصاب تعلیم اور

طرز تعلیم کو مسترد کرتے ہوئے احکام قرآن و حدیث اور ارشادات صلحاء ائمۃ امت

پر مبنی نصاب تعلیم، طرز تعلیم اور ذرا لمحہ تعلیم کا بر ملا اظہار فرمایا۔

اس ضمن میں آپ کے فرمودات رستی دنیا تک یعنارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن

کی تفصیلات آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

چند سال قبل پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے بی ایڈ اور ایم ، ایڈ کے طلبہ کو

مشاہیر اہل علم کے تعلیمی نظریات پر مقالات لکھنے کا موضوع دیا گیا۔ اس فرست

میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔ چنانچہ جو طلبہ

امام احمد رضا پر مقالہ لکھنا چاہتے تھے انہوں نے مواد کے حصول کے لئے
جناب حکیم محمد موسیٰ امر تسری کی طرف رجوع کیا۔ حکیم الہست نے اس ضرورت کو
محسوس فرماتے ہوئے شعبہ تعلیم سے مسلک محقق اور مؤذن خ جناب محمد جلال الدین قادری
کو اس طرف متوجہ کیا۔ سوانح کی تحقیق و جستجو "امام احمد رضا کا نظر پر تعلیم" کی صوت
میں آپ کے پیش نظر ہے۔

**محترم قادری صاحب جس محنت اور لگن کے ساتھ اس منفرد
اور وقت طلب موضوع پر منتشر مواد کو بیکارنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس پر
انہیں بے اختیارداد دینے کو جویں چاہتا ہے۔ اس کتاب کی علمی افادیت کے پیش نظر
یہ مطالبہ بے جا نہ ہو گا کہ پنجاب یونیورسٹی اسے بی۔ ایڈ اور ایم۔ ایڈ کے متعلیمین کے
لئے ایک رہنمائی کتاب (قرار دے۔)**

**فاضل مصنف کی یہ گرانقدر تحقیق اس موضوع پر حرف آخر نہیں
بلکہ نقطہ آغاز کا درجہ رکھتی ہے ہم بجا طور پر اہل علم اور ماہرین تعلیم سے اس
موضوع پر مزید کام کی توقع رکھتے ہیں۔ مرکزی مجلسِ رضا (ز جہڑا)، لاہور ان کی تحریری
کا دشون کا خیر مقدم کرے گی اور انہیں شائع کرنے میں فخر محسوس کرے گی۔**

پچھے مصنف کے بارے میں

**ضلع گجرات کی تھیل کھاریاں میں ایک گاؤں چودہو نام کا
واقع ہے۔ اس گاؤں کی ایک درویش منش شخصیت مولینا خواج دین ٹھے کے ہاں**

لے افسوس کر حضرت مولینا خواج دین مجددی ۱۰ محرم المرام ھـ کو سوئے جنت کوچ فرمائے۔ اَنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُونَ۔
انکے انتقال سے علاقہ ایک سادگی کے پیکر درویشی کے مرقعہ قتوی کی علامت رزق حلال کے خواج، صائم الامہ اور قائم الیل راسخ العقیدہ
مساند سے ہبہ کیا گیا۔ معموم ہو گیا۔ مہبہ

یکم جمادی الآخرہ ۱۳۵۷ھ بمتابق ۲۹ جولائی ۱۹۳۸ء کو ایک بچت پیدا ہوا جو آجے
پل کر دنیا میں علم و ادب میں ایک خاص مقام کا مالک ہوا۔

میری مراد اس سے جناب محمد جلال الدین قادری کی ذات
ہے جو کہ زیرِ نظر کتاب کے مصنف ہیں۔ آپ بیک وقت منجھے ہوئے ماہر تعلیم،
ماہر نازدیک حق کو محقق اور دیانت دار متورخ کے حوالے سے اہل علم میں
جانے پہچانے جاتے ہیں۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ اور نابغہ روزگار
اکابر سے فیض یافتہ ہیں لہ ذہانت کا یہ عالم ہے کہ صرف اڑھائی سال میں درس
نظامی سے فراغت حاصل کی۔ آج کل گورنمنٹ ہائی سکول کھاریاں میں طلباء کا مستقبل
سوار نے میں مصروف ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تحریر کی شمعیں بھی روشن رکھے
ہوئے ہیں۔ جن کے چراغاں سے لاعلمی کے اندر ہیرے کافور ہو رہے ہیں اور تاریخ
کے دامن پر سے بد دیانتی کے داغ مٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ
مزید کئی ایک موضوعات پر گرانقدر کتابیں تحریر کر پکے ہیں۔ ان کے تحقیقی کا زاموں
کی ایک جملہ ملاحظہ ہو۔

مطبوعہ

۱ - امام احمد رضا اکابر کی نظر میں ۱۹۳۷ء طبع سرائے عالمگیر گجرات

۲ - اسلامی تعلیمی پالیسی پر ایک نظر ۱۹۴۰ء

۳ - خطبات آل احمد یا سنتی کانفرنس ۱۹۴۰ء طبع لاہور

۴ - ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست ۱۹۴۰ء

لے تغییل کیا ہا حظہ ہو: مضمون یہ عبد اللہ قادری مشہور ہفت روزہ "الہام" بہاولپور ۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

- ۵ - چودھویں صدی کے مجدد (تقديم) سال ۱۹۸۰ء طبع لاہور
 ۶ - جمیعت العلماء ہند اور احرار کے نام محلی چھٹی تقديم سال ۱۹۸۱ء
 ۷ - امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم سال ۱۹۸۳ء
 " "

غیر مطبوعہ

- ۱ - معین القضاۃ (فقہ) سال ۱۹۴۲ء
 ۲ - ترجمہ خطبات الرضویہ سال ۱۹۴۲ء
 ۳ - سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سال ۱۹۶۳ء
 ۴ - حدیث تلقین کی توضیح و علم حدیث سال ۱۹۶۳ء
 ۵ - ترجمہ فتوحات مکتبہ ابن عربی جلد اول (نصف) سال ۱۹۶۳ء
 ۶ - تحریک پاکستان کے سنتی علماء مشائخ سال ۱۹۸۱ء
 ۷ - علام فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ سال ۱۹۸۱ء
 ۸ - مکاتیب حکیم محمد حسین بدر (ترتیب و تقدیم) سال ۱۹۸۲ء

زیر طباعت

- ۱ - خلفائے امام احمد رضا مرتبہ محمد صادق قصوری رناظر ثانی مع اضافات سال ۱۹۸۰ء
 ۲ - مفتی اعظم، سیرت و کردار سال ۱۹۸۰ء
 ۳ - ختم بوت اور علماء بر صغیر سال ۱۹۸۰ء
 ۴ - محمد اعظم، سوانح و سیرت سال ۱۹۸۰ء
 ۵ - گاندھی سے اندر گاندھی تک سال ۱۹۸۰ء
 ۶ - تاریخ آل انڈیا سنتی کانفرنس سال ۱۹۸۰ء

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی عمر میں اضافہ
اور علم میں برکت عطا فرمائے اور وہ اسی طرح قلم کی روائی اور تحقیق کی فراوائی سے
اہل حق کے تحقیقی لڑپر میں اضافہ فرماتے رہیں۔

ایں دعا از من و از مجلہ جہاں آمین باد

آخر سید عارف محمد و مہجور ضوی

حوالی بوئے شاہیاں - محلہ خواجگان

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

مطابق ۱۹ آگسٹ ۱۹۸۲ء

مکتبہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر۔ آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستاتیرا
مرکزی مجلس رضالا ہور کے بانی و سرپرست اعلیٰ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مظلہ نے ۲۰۔
صفر المظفر ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ دسمبر، اعد کو اعلیٰ حضرت، عوٰث الامّت، مجدد دین و ملت
امام مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی یاد میں منعقد ہونے والے یوم رضا (لاہور)
میں پڑھنے کے لئے ایک مقالہ لکھنے کے لئے احقر کو پابند کیا جس کا عنوان تھا۔ "امام احمد رضا
قدس سرہ کا نظریہ تعلیم"

چونکہ یہ خالص علمی و تحقیقی موضوع احقر کی علمی بساط سے باہر بہت بلند تھا اس لئے
ہر چند بچنے کی کوشش کی، مگر حکیم صاحب موصوف کا محبت بھرا اصرار غالب رہا، اپنی علمی
بے ما شیگی اور ناجربہ کاری کے باوجود اس موضوع پر ایک مقالہ تیار ہو گیا، جو اجلاس مذکور میں
پڑھا گیا، سچمہ تعالیٰ اکابر علماء اہل سنت، مشائخ عظام اور ماہر تعلیم اساتذہ نے اس مقالہ کو
پسند فرمایا، اس احقر کی بہت افذا فرمائی اور احقر کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ فجزا ہم اللہ
تعالیٰ اب اصرار کا دائرة وسیع ہو گیا اور مطالبہ ہونے لگا کہ مقالہ کو شائع کیا جائے۔ تاکہ
اس کا فائدہ جاری رہے۔ مگر چونکہ وہ مقالہ صرف پڑھنے کے لئے کھاگیا گیا تھا، اس لئے اس کو
اسی حالت میں شائع کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اس عرصہ میں حضرت حکیم صاحب موصوف
مظلہ نے سچہ فرمایا کہ "اس کو تطبی شکل دے دو اور فوری طور پر اس کام کو مکمل کر دو۔"
درحقیقت اس عنوان پر کسی سچتہ کار عالم اور تجربہ کار ماہر تعلیم کو کام کرنا چاہیئے تھا۔
مگر اس احقر کی معلومات کے مطابق تا حال ایسا نہ ہو سکا جنما سچہ اللہ جل و علا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم پر محروم سہ کرتے ہوئے کام شروع کر دیا، ایک ماہ کے عرصہ

میں یہ مقالہ موجودہ حالت میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہو سکا ہوں۔

الحمد لله على احسانه وكرمه وصلى الله تعالى على نبيه والكريم وعلى آله

واصحابه اجمعین

کسی شخصیت کے نظر پر تعلیم کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس شخصیت کے ماحول کو دیکھا جائے۔ اس کے ملکی و ملی اور سیاسی حالات کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے معاصرین کی روش معلوم ہوا درخواست شخصیت کا علمی و تحقیقی مزاج معلوم ہو۔ یہ سب عوامل اس کے نظر پر تعلیم کو واضح کرتے ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بر بیوی قدس سرہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ کسی صاحب علم سے مخفی نہیں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دور حکومت کا زوال، غیر ملکی کفار کا تسلط اور بیگار، مسلمان نما بیڑہ کا ابن الوقتی کردار، درہم و دینار کے بندوں کا ملتِ اسلامیہ کے شہزادہ کو منتشر کرنے کے لئے دینِ حقہ میں رخنہ اندازیاں، عظمتِ مصطفیٰ کے مقدس و اعلیٰ مقام پر ناپاک حملوں کی تعلیم و تربیت، اولیاء امت سے مسلمانوں کو بگشتہ کرنے کی تعلیمیں اور سازشیں اور خود مجبولے بھائے مسلمانوں کی بے علمی و بے حسی — وغیرہ وہ تقاضے تھے جن کو پورا کرنے کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے تعلیم کی نجی مقرر فرمائی۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو ہر طرف بے چینی اور بے حسی نظر آئی۔ مسلمان خدا اور رسول سے دور اپنے ذہب سے دور اور دنیوی ترقی میں غیر دن سے بہت سچھپہ رہ گئے تھے جبکہ تو غلام بن ہی چکے تھے۔ قلب کو بھی غلام بنانے کے پروگرام طے پار ہے تھے۔ — ایسے حالات میں فطرت کا انتہاب منایت موزوں ہوتا ہے۔

تاریخ نے بار بار دیکھا کہ ایک ہی ہستی نے اللہ رسول پر محروم کرنے ہوئے ملت اسلامیہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور بالآخر کشتنی ملت کی سمیت کو راست کر دیا۔ اس کی مساعی جمیلہ سے ذہنوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا۔ گویا ایک جہاں آباد ہو گیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بتایا کہ تعلیم قلب کے یقین اور طمأنیت کا معاملہ ہے اور قلب کی طمأنیت کے بغیر تعلیم ایک بے شر شجر ہے۔ آپ نے تعلیم کا جو نظر پر قوم کو دیا اس میں تو

کی تمام ضرورتوں کا حل ہے۔ دینی اور دنیوی مقاصد اور تقاضے پر سے ہوتے ہیں ساتھ
ہی ساتھ اس میں قلب و قاب کی طہارت، طہانیت اور ملی بقار و احیاء کا سامان موجود ہے۔
موجودہ بے راہ رو تعلیم کے مضر اثرات سے بچنے کی تراکیب ہیں۔ آپ کے مقرر کردہ تعلیمی نظریہ
کو سامنے رکھ کر اگر طالب علم کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے تو تعلیم یافتہ نوجوان صحیح
معنوں میں مسلمان ہو گا — اور رفتار زمانہ میں کسی سے پچھے پہنچنے سے بچنے گا۔ امام
احمد رضا کے تعلیمی نظریات اتنے مفید، کامل و مکمل اور جامع ہیں کہ زمانے کے تمام تقاضوں
کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بھر کمال تو یہ ہے کہ رفتار وقت نے ان کی افادیت
اور جامعیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

اس موقع پر میں اربابِ بست و کشاد کو دعوت دیتا ہوں اور اساتذہ کرام کی خدمت
میں گزارش کرتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ کے نومنہاں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے امام احمد
رضاقدس سرہ کے تعلیمی نظریات کے مطابق درس گاہوں میں تعلیم کا انتظام کریں انشا اللہ
العزیز و یکجیسے گے کہ چند ہی سالوں میں ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہو گا۔

احقر

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

۹ جولائی ۱۹۸۳ء

اطہر ترک

حدیث نبوی من لم یشکر اناس لم یشکر اللہ کی ہدایت کے مطابق یہ احقران حضرات کا صرف تذکرہ کرتا ہے جنہوں نے اس مقابلہ کی تدوین و ترتیب میں معاونت فرمائی ناشر رضویت حکیم محمد سعی امرتسری ضیائیؒ، بانی ائمکنی مجلسِ رضا الہوؑ

مولانا مفتی محمد علی حمّ الدین محمد دی (کھاریاں)
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سنده)
مولانا اسد نظامی رچک نمبر ۱۱۴/۸ جہانیاں، ملتان
مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (لاہور)
جناب محمد طہو الدین خاں (لاہور)
جناب مک محمد ایوب (رجہ موٹ کلاں، جہلم)

فضائل علم

آیات بنیات سے

فضائل علم سے متعلق چند قرآنی آیات، جن کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَتٍ ۖ ۱۱:۵

ترجمہ:- اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

ایمان کی طرح علم بلندی درجات کا موجب ہے۔

قُلْ هَلْ يُسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۖ ۹:۳۹

ترجمہ:- تم فرماؤ کیا برابر ہیں جانتے والے اور ان جان، نصیحت تو وہی جانتے ہیں۔ جو عقل والے ہیں۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعَلَمَوْا ۖ ۳۹: ۳۵

ترجمہ:- اللہ سے اس سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

وَتِلْكَ الْمَثَالُ نَضِرٌ بِهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا وَالْعَالَمُوْنَ ۖ ۳۹: ۳۹

ترجمہ:- اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

وَلَوْزَرْدَةً إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ

يَسْتَنِطُونَهُ مِنْهُمْ ۔

۸۳: ۳

ترجمہ:- اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ بوج بعد میں کاوشیں کرتے ہیں۔

معاملات میں حکم الٰہی علماء کے اجتہاد پر راجع، حکم الٰہی معلوم کرنے کے لئے انبیاء اور علماء کی طرف رجوع اور علماء کا ذکر ان بیانات کے ساتھ شانِ علم کا اظہار ہے۔

بَلْ هُوَ آيَتٌ مَّبَيِّنٌ فِيْ صُدُورِ الَّذِينَ أَوْ تُوَالِيْلُ عِلْمَهُمْ ط ۚ ۲۹ : ۲۹

ترجمہ:- بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

**فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْ فِي الدِّيْنِ
وَلِيَنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۤ ۵ ۱۴۲ : ۹**

ترجمہ:- تو کبھی نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔

فَسَأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَوْ تَعْلَمُوْنَ ۤ ۵ ۳۳ : ۱۴

ترجمہ:- تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اہلِ عالم کو اپنے مسائل میں علماء کی طرف رجوع کا ارشاد فرمایا کہ علم کی غلطیت کا اظہار فرمایا۔

فضائل علم = احادیث سے

فضائل علم کے بارے میں ان احادیث کا ترجمہ، جنہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔ اور اسے اپنی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابو الفیم، جامع صغیر) علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ آسان والے ان سے محبت کرتے ہیں۔ سمندر کی مچھلیاں ان کے لئے ان کے مرنے کے بعد قیامت تک مغفرت طلب کرتی ہیں۔

(ابوداؤد، نزدی، ابن النجاش، جامع صغیر)

انسانوں میں سے بہتر اور ایمان دار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس اپنی حاجت لے جائیں تو وہ ان کو فائدہ دے۔ اور اگر وہ اس سے بے پرواہ ہو جائیں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے۔ (بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں، کہ جب وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہوں اور اگر وہ بکثر جایاں تو سب لوگ بکثر جایاں۔ ایک امراء (حکام) دوسرے فقہاء (علماء) (ابن عبد البر، البونعیم) شخص میری امت کو میری سنت کی چالیس حدیثیں یاد کر کے پہنچا دے تو میں اس کا قیامت کے روز شفیع اور گواہ ہوں گا۔ (ابن عبد البر عن ابن عمر) عالم زمین میں اللہ کا اmant دار ہے۔ (ابن عبد البر عن معاذ)

اس حال میں صحیح کر کہ تو عالم ہو یا متعلم یا عالم کی باتیں سنبھالے والا یا عالم کا فحیب اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔ (بنزاں، طبرانی عن ابی بکرۃ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے در حرم و دینار ترکہ میں نہیں چھپوڑے علم اپنا ورثہ چھپوڑا ہے۔ جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور مہابت حاصل کر۔ استاد کے سامنے کہ اس نے تبیں تعلیم دی، تواضع و فروتنی اختیار کرو۔ (طبرانی فی الاوسط۔ ابن عدی عن ابی ہریرہ) تین آدمیوں کے حقوق کو منافق کے سوا کوئی اور کم نہیں جانتا۔ ایک وہ کہ حالتِ اسلام میں جس کے بال سفید ہو گئے ہوں، دوسرا عالم، تیسرا عادل بادشاہ،

(طبرانی عن ابی امامہ)

جس نے اپنے علم کو بڑھا لیا۔ مگر دنیا سے بے رغبت نہ ہوا، وہ اللہ سے دور ہوا۔

(دیلمی عن عسلی)

جو اپنے آپ کو عالم کے وہ جاہل ہے۔ (طبرانی فی الاوسط عن ابن عمر)

تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو قرآن سیکھے اور سخھائے۔ (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ)

جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ پرانے گھر کی مانند ہے۔ (ترمذی)

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہنچائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر عن عبادہ بن صامت)

عبد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی پر۔

(ترمذی عن ابی امامہ)

عبد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی چودھویں رات میں چاند کو باقی ستاروں پر۔

(ابونعیم فی الحیلہ)

قیامت کے روز تین آدمی سفارش کریں گے۔ انبیاء، علماء، شہداء (ابن ماجہ عن عثمان)

فضائل علم — کلام اکابر سے

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے کلمات طبیعت جن کا تعلق فضائل علم سے ہے اور انہیں امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محاکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھستا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم، مال اور سلطنت میں سے جو چاہیں پنداہ کریں۔ انہوں نے علم کو اختیار فرمایا تو مال اور سلطنت علم کے سامنے عطا ہوئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: آیت ربنا آتا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة میں دنیا کی بھلائی سے مراد علم اور عبادت ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم سیکھو کہ علم کا سیکھنا نیکی ہے۔ اس کی طلب عبادت ہے۔ علم کو دہرانا تسبیح ہے۔ علم میں کوشش کرنا جہاد ہے۔ جاہل کو تعلیم دینا صدقہ ہے۔ علم کے مستحقین پر خرچ کرنا اللہ کا قریب ہے۔ علم تھانی میں ایسیں ہے۔ خلوت میں ساتھی ہے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ذبحے میرے آقانے تین سو درصم سے خریدا اور آزاد کر دیا تو میں نے سوچا کہ کون سافن سیکھوں، آخر علم کو سیکھا ایک برس بھی نہ گزرا نخاکہ خلبیفہ وقت میری زیارت کے ارادہ سے آیا۔ میں نے اسے لوٹا دیا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔“

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جس نے قرآن سیکھا اس کی عظمت بڑھ گئی۔ جس نے فقہ میں توجہ کی وہ جلیل القدر ہوا جس لئے لفت میں توجہ کی۔ اس

کی طبیعت میں رقت آگئی جس نے حساب میں توجہ کی۔ اس کی رائے مضبوط ہو گئی جس نے کتب حدیث میں توجہ کی، اس کے دلائل مضبوط ہو گئے اور جس نے اپنے کو محفوظ نہ رکھا، اس کو علم نفع نہ دے گا۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص عالم نہ ہوا سے انسانوں میں شمارہ کر کیونکہ علم وہ خاصہ ہے، جس سے انسان باقی جانداروں سے میزرا ہوتا ہے۔ انسان علم کے شرف سے ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ انسان اپنی قوت کے باعث انسان نہیں کیونکہ اونٹ اس سے قوی ہے۔ نہ اپنے عظیم جہت کی بنیاد پر انسان ہے، کیونکہ ہاتھی اس سے بڑا ہے۔ نہ اپنی شجاعت کی بنیاد پر کیونکہ درد سے اس سے زیادہ شجاع ہیں۔ نہ زیادہ کھانے کی وجہ سے کہ اونٹ کا پیٹ اس سے بڑھ کر ہیں۔ ہاں اگر انسان کو باقی جانداروں سے تمیز ہے تو جو صرف علم کی بدولت ۔

تعلیم سے متعلق

اکابر ماہرین تعلیم کے

نظریات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی اپنے منفرد خیالات، علم کلام اور فنون فلسفہ میں حمارت تامہ کی وجہ سے مخصوص درجات کے مالک ہیں۔ عالم اسلام کے علاوہ مغربی دنیا کے مفکرین نے بھی آپ کی عظمت کا اعتباً کیا ہے اور بہت سے معاملات میں آپ سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ آپ کی عظمت کے باعث آپ کو حجۃ الاسلام کے لقب یاد کیا جاتا ہے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں صرف چوتیس برس کی عمر میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مدرسہ مذکور کی تاریخ میں یہ ایک ہی ہستی ہے جو اتنی چھپوئی عمر میں اتنے بڑے منصب پر فائز ہوئی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ مگر کون سے علوم کی تعلیم فرض ہے خود فرماتے ہیں۔

”قرآن میں جس علم کو فقه، علم، روشنی، نور، ہدایت اور راہ یابی سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ علم ہے جس سے خدا شناسی اور یادِ آخرت تازہ ہوتی رہے۔ لہ دسرے مقام پر فرماتے ہیں:-“

”اوْ جُو عِلْمٌ كَهْ حَدِيثٌ مِّنْ هُرْ مُسْلِمٌ پر فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل و بالغ شخص کو ان کا حکم ہوتا ہے۔ وہ تین ہیں۔ ایک اعتقاد، ایک کرنا اور ایک نہ کرنا۔ لہ نیز فرماتے ہیں۔-

”غرضیکہ سب افعال جو فرض عین ہیں ان کا جاننا پتدریج اسی طرح ہے اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی..... اسی طرح واجب ہو گا۔“ لہ طویل بحث کے بعد مزیدہ لکھتے ہیں۔

”توجہ علم فرض عین ہے۔ اس میں یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت لہ مذاق اعاراتین اردو ترجمہ احیاء علوم الدین، ناشران قرآن کمپنی لاہور۔ ص ۷۔

لہ ایضاً ————— ص ۲۱

لہ العیناً ————— ص ۲۱

کا جاننا فرض عین ہے۔ پس جو شخص واجب کو جان لے گا اور اس کے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کر لے گا تو وہ علم کہ اس پر فرض عین تھا اس کو سیکھ لے گا۔^{۳۷}

خلاصہ بحث کے طور پر فرمایا:

”جب بیہ بات ظاہر ہو جکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد نیں“ طلب العلم فریضۃ علیٰ حکم مسلم، ”العلم سے عمل کا علم مراد لیا ہے۔ جس کا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے۔“^{۳۸}

ان عبارات کا مفاد یہی ہے کہ علم کی تحصیل ضروری ہے۔ مگر اس علم کی جس سے احکام شرع معلوم ہوں۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاقیات وغیرہ اس کے سواتمام علوم مطلوب خدا و رسول نہیں۔ وہ مردود ہیں۔ خود امام عزیز علیہ الرحمۃ کی زبانی سنئیے۔

”علم کہ دینوی تقاضوں کو پورا کرنے میں، بحث و جدل کرنے میں یا عوام کو مفہوم و مسجع وعظ کہ کہ پھسلانے میں استعمال ہو۔ حرام حرام اور حلال دنیا ہے۔“^{۳۹}
امام عزیز علیہ الرحمۃ علیہ تحصیل علوم میں افادیت کے قائل ہیں۔ عالم اگر بے عمل ہو یا خوف خدا و خوف آخرت سے عاری ہو یا علم کو فخر کا ذریعہ بنالے۔ آپ کے نزدیک وہ علم اور وہ ناگم مردود و مقصود ہے۔ فرماتے ہیں۔

”قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہو گا۔ جس کو اللہ پاک نے اس کے علم سے کچھ نفع نہ دیا ہو۔“ (اطبرانی، بیہقی)^{۴۰}

مزید فرماتے ہیں۔

”علم حاصل کر کے خوفِ خدا سے عاری رہنا اور فخر کا ذریعہ بنانا مردود ہے۔“^{۴۱}

لئے ایضاً ————— ص ۲۲

لئے ایضاً ————— ص ۲۳

لئے ایضاً ————— ص ۷

لئے ایضاً ————— ص ۶

لئے ایضاً ————— ص ۸

حدیث میں جس طلب علم کو فرض کہا ہے۔ اس سے مون کو رقیق القلب، پاکیزہ اور اللہ کی یاد کرنے والا بنا نامراد ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”شمرہ علم کا دلوں کو آخرت کی طرف مبیلان اور روحوں کا تذکیرہ و ترقی ہے“^۹
امام غزالی کے نزدیک علم وہ نیکی ہے جس کے فیض سے عالم، عالم ناسوت، مکوٹ، لاہوت کے اسرار و حقائق کو اپنی گرفت میں لینے کا اہل ہو جاتا ہے۔ ورنہ وہ عالم عالم نہیں اور نہ وہ علم علم۔۔۔۔۔ اس شخص نے اپنی زندگی اس بے مقصد کام میں یوں صرف کر دی۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ کے نقطۂ نظر کے مطابق قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کے علاوہ دیگر دینوی علوم بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اولیٰ اہم علوم دینیہ کو حاصل ہے۔ اس لئے تحصیل علوم میں علوم و فنون کے درمیان ایک ترتیب قائم کرے۔ پھر تحصیل علوم میں مشغول ہو۔ ایسا نہ ہو کہ غیر اہم علوم میں زندگی کا قیمتی حصہ تو صرف کر دے۔ اور واجب علوم (عبادات معاملات اور اخلاقیات کے علوم) رہ جائیں۔

ابن خلدون

ابن خلدون عمرانیات، سیاست اور تعلیمات کے بہت بڑے ماہر تھے آٹھویں صدی ہجری کے آخر اور نویں صدی ہجری کے عشترہ اول میں ابن خلدون کے فلسفیات نظریات سامنے آئے۔ انہوں نے علم کو خواراک کی مانند انسان کی طبعی ضرورت قرار دیا۔ ابن خلدون نے علوم کو واضح و قسموں میں تقسیم کیا۔

۱۔ علوم عقیدہ۔

۲۔ علوم نقلیہ۔

ابن خلدون نے اپنے ہم مذہب افراوپہ لازم قرار دیا کہ ان کی ایک خاص مجلس ہو جس میں ادقات معینہ پر جمیع ہوں۔ اس مجلس میں کوئی اجنبی شرکیہ نہ ہو۔ ایسی مجلس میں اکثر وہ علم نفس، حس محسوس اور عقل معمقول پر مباحثہ کرتے تھے لیکن سب سے زیادہ توجہ کتب الہیہ اور تنزیلیات نبویہ کے اسرار و مسائل پر دیتے۔

ابن خلدون علوم الہیہ کو مقتضیاً مقصود تعلیم قرار دیتے کیونکہ میں علوم حقیقتِ ازلی و ابدی کے مظہر ہیں۔ جو تمیل انسانیت کے لئے ضروری ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کا حقیقی مقصد علم حقیقت و علم معرفت حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ دنیا میں رہنے کے لئے دنیاوی امور اور دنیاوی مادی اشیا کا علم بے حد ضروری ہے۔ لیکن دونوں اقسام کی منفعت مختلف نوعیت کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم معرفت سہر سو ناکس حاصل نہیں کر سکتا اور نہ بھی اس کے حصول میں ولچپی لیتا ہے۔ اس لئے لوگ عموماً دینی علوم کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ دراصل دینی علوم کا حصول کم ہمتی پر مبنی ہے۔ مردانِ حق اپنی بلند ہمتی کے سبب تعلیم کا حقیقی مقصد (علم معرفت) پانے میں کوشش رہتے ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کے بارے میں نظریات تبدلی موتے رہتے ہیں۔ اس کا باعث

انسانی زندگی کے تین بڑے عوامل ہیں۔

اول دین - دوم جغرافیائی حالات، سوم وسائل حیات کی کمی پیشی۔

ابن خلدون کے نظریہ کے مطابق سیاست کی پختگی اور اہمیت میں جن امور کو دخل ہے ان میں تعلیم اور رواج تعلیم بھی شامل ہے۔

ریاست کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے علم بنیادی عوامل ہیں۔ اس بارے میں ابن خلدون کے نزدیک تعلیم ایک ایسا موضوع ہے جو افلاطون سے لے کر آج تک کے فلاسفوں کا موضوع بنارہا ہے۔ چاہیے ان کا مرکز سیاسی نوعیت کا ہو یا کسی اور نوعیت کا، تاہم تعلیم کو سیاست میں جس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اتنی قوت بازو کو بھی نہیں۔ سیاست کا مقصد صرف وسعت حدود جغرافیائی کے لئے مسلسل کوشش کرنا نہیں۔ بلکہ خود اپنی ریاست میں زیادہ فلاح و بہبود کو رواج دینا ہے جس لئے میں تعلیم زیادہ ہو گی۔ وہ ہر لحاظ سے قوی ہو گا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تقدس سرہ

عارف باللہ شاہ ولی اللہ (المتولد ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۳ء، المتوفی ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۲ء)

حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلوی (۱۱۳۱ھ) کے بیٹے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے مغلیہ دور حکومت کے دس بادشاہوں کا زمانہ پایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی زندگی کا ایک معتمدہ حصہ درس و تدریس میں صرف ہوا۔ شاہ صاحب کس قسم کی تعلیم کا رواج چاہتے تھے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے چند سنوارہ کامطاب مفید مطلب ہے۔

وصیت نامہ فارسی میں خود شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے۔ جن کا تعلق علوم کی تعلیم سے ہے۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ صرف و نحو کی تین یا چار چار کتابیں سب سے پہلے پڑھی جائیں۔

۲۔ بعد ازاں تاریخ، حکمت علی کی کوئی کتاب کہ عربی زبان میں ہو۔ اس طرح پڑھی جائے کہ مشکل الفاظ کو لغت کی مدد سے حل کرتے جائیں۔

۳۔ عربی زبان پر قدرت کے بعد علم حدیث کی کتاب موطا پڑھی جائے کہ اصل علم توحیدیت کا علم ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو بغیر ترجمہ اور تفسیر کے پڑھا جائے۔ مشکل کلمات کو نحو کے ذریعہ حل کیا جائے یا ان کا شماں نزول علوم کیا جائے۔

۵۔ اس کے بعد تفسیر حبل الیمن نقد رضروت پڑھی جائے۔

۶۔ بعد ازاں کتب حدیث صحاح وغیرہ، کتب فقہ، کتب عقائد اور کتب سلوک ایک وقت میں پڑھی جائیں۔

۷۔ ان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کتب دانش و بیانش مثل شرح ملا جانی، تطبی وغیرہ

پڑھی جائیں۔

- ۸ اگر وقت اجازت دے تو مشکوہ اور اس کی شرح طیبی کو اس طرح پڑھا جانے کا ایک ورز
کچھ حصہ مشکوہ کا اور دوسرے روز اس کی شرح طیبی سے۔

- ۹ اس طریق تدریس میں بہت نفع ہے۔

- ۱۰ فیض ربانی کے حصول کے لئے قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم ضروری ہے اور ان علوم
کے حصول کے لئے ابتدائی صرف دخوا و ادب کی تعلیم بمنزلہ زینہ کے ہے۔ لہ
حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اپنے مفہومات میں اپنے والد بزرگوار کے بارے میں
فرماتے ہیں۔

”پدر من وقت رخصت از مدینہ از استاد خود عرض کرد و او خوش شد کہ ہر چہ خواند بودا
فراموش کردم الا علم دین یعنی حدیث ۱۲“

تو یہ: ”میرے والد نے مدینہ سے رخصت کے وقت اپنے استاد سے عرض کی جس سے وہ
خوش ہوئے کہ میں نے علم دین یعنی حدیث کے علاوہ جو کچھ پڑھا تھا وہ بھلا دیا۔“
حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بعض علوم میں اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

”اس بندہ ضعیف پر خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ مجھے فاتحیت کی
خلعت پہنائی گئی ہے اور پچھلے دور کا افتتاح میرے ہاتھ سے کرایا گیا ہے۔ مجھ سے پوچھا
گیا فقہ کی اچھی باتیں کیا ہیں؟ چنانچہ میں نے ان کو جمع کر کے فقہ حدیث نئے سرے
سے مرتب کر دی ہے۔

میں نے فن اسرارِ حدیث اور علم مصالح احکام وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خداوند تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں اور جن کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے مدون کیا یہ وہ حق
ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے کسی نے مجھ سے بتیرات منہیں کی ہے حالاً کہ یہ عظیم الشان علم ہے

۱۰) ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابوالحنیت ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ ص ۱۰
۱۱) انسان العین فی مشارع الحدیث (انفاس العارفین)، میں اس طرح بھی منقول ہے۔ ”این فقیر برائے دادا
زد کیک شیخ ابو طاہر رفت۔ ایں بیت برخواند۔ عزمیت کل طریق کنٹ اعرف + الاطریق یا بدنبی الاربع
بمحروشندین آں بلکا برشیخ غائب آمد و بغا بیت مستانہ شد۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان - ص ۳۲

بیز نجھے کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدبی کا نہایت وسیع علم دیا گیا ہے۔ ایسے ہی نفوس انسانی کی استعدادت کا کامل علم عطا کیا گیا ہے جس سے ہر شخص کا کمال اور انجام معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں وہ بلند مرتبہ علوم ہیں کہ مجھے سے پہلے کسی نے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ اس کے علاوہ مجھے حکمت عملی کے اصول کو خداوند تعالیٰ کی کتاب اور اس کے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحاب کے آثار کے ذریعے سمجھنے اور پختہ کرنے کی توفیق پختی گئی۔^{۱۷}

مجموعہ صایا اربعہ کے مرتب نے حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس کو شاہ صاحب کی زندگی کا خلاصہ اور تعلیمات کا پچھوڑ کہنا چاہئے۔

"ما را لابدست کہ حریمین محترمین رویم، روئے خود براں آستانہ اے مالیم، سعادت مایں سوت و شقاوت مادر اعراض" ^{۱۸}

ترجمہ:- ہمارے لئے لازمی ہے کہ حریمین محترمین جائیں اور اپنے چہردن کو دریبت اللہ اور درِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پلیں۔ ہماری سعادت اسی میں ہے اور اس سے انکار میں ہماری شقاوت اور بد بختی ہے۔

مذکور بالاشواہد کی روشنی میں ہم حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات آسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ شاہ صاحب کے تعلیمی نظریات کا اجمالی طور پر یوں ذکر کر سکتے ہیں۔

۱۔ کتب دینیہ، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر وغیرہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ (منطق، فلسفہ، ریاضی، سائنس وغیرہ) کی تعلیم ضروری ہے۔ مگر اس انداز میں کہ ادبیت علوم دینیہ کو ہو گی۔

۲۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر صرف و نحو، لغت و ادب کی تعلیم ضروری ہے۔ ان علوم کی حیثیت علوم آکیلہ کی سی ہے۔

تلہ ہر شخص کا کمال باطنی اور انجام علوم ہنا علوم غیریہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو حضور پر نور کے توسط سے ان علوم سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ فقیر قادری عقی عہد ^{۱۹}

شاد ولی اللہ اور ان کا خاندان۔ ص ۷ و ۸

شہ تقدیم الطات القدس۔ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ ص ۵

۱۔ علوم کی تحریک کی غرض دنیا پر فیض ربانی کا حصول ہے۔ تنزیہ نفس اور تصفیہ قلب کا انحصار اور مقامات باطنی کا مدار قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کی تعلیم ہے۔ بغیر ان کے حصول کے انسان وہ مقام نہیں پاسکتا جس کے حصول کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ تحصیل علوم کی غرض دنیا پر درِ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک حاضری ہے اسی میں سعادتِ ابدیہ ہے۔ اس سے اعراضِ شقاوت عظیمہ ہے۔

غَرَبَ مصطفیٰ بِرْ سَانَ خَوِيشَ رَاكَهْ دِیْسَ هَمَهْ اوْسَتْ
اَگْرَبَادُ نَرَهْ سَيِّدِی نَمَامَ بُولَهْبَیْ سَتْ

۳۔ اہل علم حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور دیگر علوم کی حامل اکثر درسگاہیں شاہ ولی اللہ کے سلسلہ تلامذہ کی درسگاہیں ہیں۔ یہ علماء و فضلاء کسی نہ کسی واسطہ سے آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، بلکہ مقام افسوس ہے کہ یہ فضلاء اور علماء اپنے اندر بنیادی نوعیت کے اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب دردان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے گا، تو اسے شاہ صاحب کی تعلیمات کا سماں لینا پڑے گا۔ ویسے سیدھی سی بات یہ ہے کہ جن درسگاہوں کے فارغ التحصیل طلباء درِ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک عاجزانہ حاضری کو زندگی کا سب سے بڑا نسب العین سمجھتے ہیں۔ مقامِ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ان کے ایمانوں کا جزء و اعظم ہے اور نظامِ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے ہر وقت کوشش ہیں وہ ہی شاہ صاحب کے صحیح جانشین ہیں۔

ڈاکٹر اقبال

(۱۹۳۸ء تا ۱۸۶۴ء)

ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے اقبال کے تعلیمی نظریات کا مختصر — جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ جدید علوم، جن کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ یورپ والوں کے ایجاد کردہ ہیں۔ درحقیقت مسلمانوں ہی کا ورثہ ہیں۔ ان علوم کو مسلمانوں نے نہ صرف ایجاد کیا۔ بلکہ اس حد تک پہنچایا کہ اس سے آگے جانا آج بھی مشکل ہے۔ اس حقیقت کو اقبال کی زبان سے سنئے۔

حکمتِ اشیاء فرنگی زاد نیست
اصل او جز لذتِ ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است
ایں گمراز دست ما افتاده است
ایں پرمی از شیشه اسلافِ ما است
باز صیدِ شکن کہ او از قافِ ما است (مثنوی مسافر)

یہ حکمتِ اشیاء درحقیقت فرنگیوں کی ایجاد کردہ نہیں۔ اس کی اصل تو انسانی سرشت ہے۔ اگر تو تعصیب سے ہٹ کر دیکھئے تو معلوم ہو گا۔ یہ گوہر آبدار نو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی گراہی ہے۔ حکمت کے یہ علوم تو ہمارے علمی کوہ قاف کی پرمی ہیں۔ اس لئے ہمیں یحق پہنچتا ہے کہ ان کو دوبارہ حاصل کریں۔

چونکہ علوم جدیدہ اقبال کے نزدیک مسلمان اسلاف کا ترکہ و میراث ہیں۔ اس لئے

وجود دو دور کے مسلمانوں کو جان کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ تر نیپی انداز میں اقبال لکھتھے ہیں
 نائب حق در جہاں آدم شود
 بر عناصر حکم او محکم شود
 خویش را بہ پشت باد اسوار کن
 یعنی ایں جمازہ راما ہار کن
 از شعا غش دیده کن نا دیده را
 و ائما اسرارِ نافہمیہ را
 جستجو را محکم از تدبیر کن
 انفس و آفاق را تسبیہ رکن
 تو کہ مقصد و خطاب اُنظری
 پس چرا ایں راہ چوں کوراں پری
 آنکہ بر اشیاء کمند انداخت است
 مرکب از برق و حرارت ساخت است
 علمِ اشیاء اعتبارِ آدم است
 حکمتِ اشیاء حصارِ آدم است (در موز بیخودی)

النَّاسُ دُنْيَا میں اسی وقت نائبِ حق بتاتے ہے جب کہ عناصر قدرت پر اس کا حکم
 چاری ہو۔ اے مسلمان! تو ہوا کی پشت پر سواری کر۔ اس تیز رفتار اونٹ کی نکیل تیر سے
 ہاتھوں میں ہونی چاہئی۔ اے نوجوان مسلمان! تو فضائے آسمان کے ایک حقیر ذرہ کی روشنی
 سے چشم بینا کو منور کر دے۔ بنگستانے خورشید کی زفافِ عوں کو شکار کر۔ اپنی جدوجہد کو
 تدبیر سے مستحکم بنا۔ انفس و آفاق کو مسخر کر۔

اے مسلمان! تو ہی خطابِ اللہ افلاینظرِ الی الابل کیف خلقت (وہ اونٹ کی طرف
 کبھی نہیں دیکھتے، کس انداز سے اے بنایا گیا ہے۔) کا مخاطب ہے۔ تجھے تو اشیاء کائنات
 کی تیزیت و مایہیت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی تو پھر کبھی اس راہ میں تو غور نہیں کرتا، فرا

نور سے سن! جس نے اشیاء کا نہات پر کمنڈ ڈال دی اور ان کو مسخر کر لیا۔ وہی عناصر قدرت
برق دباد کا حکمران ہے۔ وہ ان اشیاء کا راکب ہے اور وہ اس کا مرکب اشیاء کی ماہیت و
حقیقت کا علم ہی حضرت آدم علیہ السلام کی برتری کا سبب ہے۔ اگر انسان اشیاء کے اسرار و
رموز سے آگہی حاصل کر لے تو یہی اشیاء اس کے لئے امن کا حصار بن جاتی ہیں۔

۲۔ ان خیالات و افکار کا انعام کرنے کے باوجود اقبال نے جدید تعلیم کے اثرات پر
کڑی تلقید بھی کی ہے۔ علامہ کی نگاہ میں جدید تعلیم کا ایک نقش یہ ہے کہ وہ نوجوانوں
کو بے ادب بنارہی ہے۔

نوجوانوں کی بد تمزیری دیکھ کر ان کا دل کڑھتا ہے اور وہ موجودہ تعلیم سے پشیمان
ہو جاتے ہیں۔

نوجوانے را چوں بینم بے ادب
روزِ من تاریک می گرد و چوں شب
تاب و تب در سینہ افزایدہ میرا
یادِ عمدہِ مصطفیٰ آیدہ مرا
از زمانِ خود پشیمان می شوم
در قرونِ رفتہ پنہاں می شوم

اقبال بر ملا اس امر کا انعام کرتے ہیں کہ جدید تعلیم نے نوجوان مسلم کو حق و
صدقت بیان کرنے سے روک دیا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صد لا الہ الا اللہ

تعلیم جدید نے نوجوانوں کے ذہن سے یقین و ایمان کی دولت نکال لی ہے اور
دونا امیدی و مایوسی کے باعث تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

جو انہاں تشنہ لمبِ حالی اباغ
شُستہ رو، تاریک جان، ردشِ دلاغ

کم نگاہے۔ بے یقین و نامید

چشم شال اندر جہاں چیز سے ندید (جادید نامہ)

اقبال کے نزدیک جدید تعلیم نے نوجوانوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔

حالانکہ اقبال کا نوجوان شاہین زادہ ہے۔ اب یہ رسم دراہِ شہباذی سے بے خبر اور عقابی روح سے نا آشنا ہے تو کیوں؟ یہ شاہین زادہ کر گس بنا تو کیوں؟ جدید تعلیم سے۔

وہ فربیبِ نورِ دہ شاہین کہ پلا ہو کر گسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہباذی

۳۔ جدید تعلیم میں استاد کے کردار کا تذکرہ کتنا تاسف بھرے لجھے میں کرتے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یاربِ خداوندانِ مکتب سے

سینق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

جدید تعلیم اور اس کے متعلقات نے نوجوان مسلم کو افرنگی کی غلامانہ ذہنیت میں

اس طرح حکم دیا ہے کہ اس کا وجود ظاہری درحقیقت صرف قلب ہے۔ جو قلب سے
خالی ہے۔ کلیات اور جامعات کی اس تعلیم۔ اُنے نوجوان کو مردہ لاش
میں مدل دیا ہے۔

گرچہ مکتب کا جوان نندہ نظر آتا ہے

مردہ ہے۔ ماںگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

۴۔ تعلیم جدید کے مقاصد میں کہا گیا تھا کہ اس سے مزین ہو کر تعلیم یافتہ طبقہ معاش کا ذریعہ
آسانی سے پیدا کرے گا۔ اقبال کی نگاہ میں یہ مقصد غلامی افرنگ کو اور زیادہ مضبوط اور
دیرپا کرنے کا باعث ہو گا۔

وہ علم نہیں زبرہ ہے احرار کے حق میں

جس علم کا حاصل ہے بہاں میں دو کف جو

جدید تعلیم نے جاں بھی گروغیر اور بدن بھی گروغیر کی کیفیت پیدا کر دی۔ اقبال دیکھ کر
بڑے سوز سے ترٹ پائی۔

بہ طفیلِ مکتبِ ما ایں دعا گفت
پئے نانے بہ بندِ کس میفتاد

۵۔ بتایا گیا کہ جدید تعلیم سے روشن خیالی اور آزادی ضمیر حاصل ہو گی۔ مگر اقبال کا تجربہ یہ ہے کہ یہ روشن خیالی درحقیقت ناچحتہ ذہنی ہے۔ دینی عقائد سے بیزاری اور الحاد کی طرف را ہبہ ہی ہے۔

خوش تو بیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبخندان سے نسل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

الفرض جدید تعلیم اقبال کے نزدیک درحقیقت مسلمانوں کے خلاف ایک گمراہی سازش تھی۔ تعلیم کے سین پردے میں نوجوانوں کو بے یقینی اور الحاد کی تاریک وادی میں چھپوڑنا تھا۔ فرماتے ہیں۔

اور یہ اہل کلیسا کا نفام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
علم، جو بذاتِ خود بغیر خیر و قوت ہے۔ مظہر جبریل ہے۔ اب جدید تعلیم سے
شر و قدر کا مظہر اور الہیں بنا
علم از د رسواست اندر شہر و دشت
جب تیل از صحبتیش الہیں گشت

۶۔ اقبال کی زگاہ میں وہ علم جس میں عشق کا امتراج نہ ہو ناپسندیدہ ہے۔ وہ اس علم کے مذاخ ہیں۔ جس میں عشق کا امتراج ہو فرماتے ہیں۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں
علم با عشق است از لاموتیاں

گویا علم با عشق مشرف بہ اسلام ہے۔ اس کی ضمیماً پاشیوں سے جہاں منور ہے دل

زندہ ہے روح خداشناس ہے۔ اور علم بے عشق اسلام سے دور، طاغوت کا دجود،
بے حرمان و بے نصیب ہے۔ اس سے دل تاریک اور جسم غلام ہوتا ہے۔

۷۔ علم اپنی وسعت کے باوصف، اگر اسلام کے تابع نہ ہو تو وہ شیطان ہے، بوہب
ہے۔ ضروری ہے کہ تمام علوم، ذرآنی ہدایت کے تابع ہوں نہ کہ اس کو اپنے تابع
بنائیں۔ جب تک قرآن، علوم پر حاکم نہ ہوگا۔ علوم نامسلمان رہیں گے۔ اس حقیقت
کو اقبال نے کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

خوشنتر آں باشد مسلمانش کنی

کشته، شمشیر قرآنش کنی

۸۔ سیکولر تعلیم نے اسلامی قومیت کی بقا و نشوونما کو سخت نقصان پہنچایا۔ اقبال
موجودہ تعلیمی تحریکات کو مسلم قومیت کی تشکیل کے لئے کافی نہیں سمجھتے وہ چاہتے ہیں۔
کہ ایسا عظیم الشان نظام تعلیم فائم کیا جائے۔ جو ایک طرف تو افراد میں اسلامی شعور
بیدار کرے اور دوسری طرف سیکولر نظام کے منفی اثرات کا بالکل بہ سد باب کرے۔
وہ لکھتے ہیں۔

اخلاق دنہب کے اصول و فروع کی تلقین کے لئے موجودہ زمانے کے واعظ کو تاریخ
اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائق غلطیہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے
لشکر پر اور تخلیل میں پوری دسترس رکھنی چاہیئے۔ اللہ وہ، علی گڑھ کالج، مدرسہ دیوبند
اس قسم کے دوسرے مدارس جو آنگ انگ کام کر رہے ہیں۔ اس بڑی ضرورت کو
رفع نہیں کر سکتے۔..... ۱۷

۹۔ سکولر تعلیم خواہ یہ مکتب کی تعلیم ہو یا کالج کی، اقبال کے نزدیک اسلامی قومیت کی
تشکیل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سیکولر تعلیم سے قومیت کا مفہوم وہ بن
جاتا ہے جسے اہل مغرب نے نہ سرف قبول کیا۔ بلکہ اس کی اشاعت و تشوییر میں پوری

۱۷۔ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد / بحوارہ اقبال اور تعلیم از محمد احمد خان

صلحیتیں صرف کر دیں۔ یہ تصور قومیت وطن، نسل، زنگ، زبان کے اجزاء ترکیبی سے نشووناپاتا ہے۔ حالانکہ اسلام انہی امتیازات کو مٹانے آیا تھا۔ بدقتی سے دارالعلوم دیوبند کے طالب علم نہیں معلم بلکہ صدر معلم نے جب اسلامی قومیت کا ناطہ وطن سے جوڑا تو اقبال سترنا پا احتجاج بن کر گویا ہوئے۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں درسہ !!

ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوجعبی است

سر د برسِ منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی است

بِعُصْطَفِ اَبْرَسَانْ خویش را کہ دیں ممّا است

اگر باون سیدی تمام بولہبی است

۱۰۔ اقبال تحقیق وجہتو کا منتلاشتی ہے۔ اس کے نزدیک تحقیق سے قوموں کا وجود ہے، لگر مغربی عققین جنہیں ہم مستشرقین کہتے ہیں، اسکی تحقیق سے ناراض ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مستشرقین تحقیق کے پردے میں اپنے مقاصد، سیاسی ہوں یا تبلیغی بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"میں یورپین مستشرقین کا قائل نہیں کیونکہ ان کی تسامنیفت سیاسی پر اپنکنڈہ یا تبلیغی مقاصد کی تخلیق ہوتی ہیں۔"

۱۱۔ اقبال کے نظر یہ میں عورتوں کی تعلیم اس طرز کی ہونی چاہئی۔ جو اسے اپنے فراغن منصبی سے آگاہ کر دے۔ چراغِ محفل کی بجائے چراغِ خانہ بنادے۔ عورتوں کی تعلیم ہیں کی تعلیم بنیادی اور ابتدائی سے ہی ہونی چاہئی۔ ضربِ کلیم کا قطعہ ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے "عورت اور تعلیم"۔

تمذیب فرنگی ہے، اگر مرگ اموات

ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر سوت

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بے گانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم وہ نہ موت

تعلیم نسوں کے بارے میں اقبال نے جو کچھ اشعار کی صورت میں پیش کیا۔ اس کا خلاصہ
انہی کی نشر میں ملاحظہ کیجئے۔

"ایک قوم کی جیت سے ہمارے استحکام کا انحصار مذہبی اصولوں کو مضبوطی کے ساتھ
پکڑنے پڑے۔ جس لمحہ یہ گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ شاید
ہمارا حشر یہودیوں جیسا ہو جائے۔ تو پھر ہم اس گرفت کو، مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کیا کر سکتے
ہیں کسی قوم میں مذہب کا محافظ خاص کون ہوتا ہے؟ عورت اور صرف عورت۔ اس لئے
مسلمان عورت کو عمدہ، معقول و معتبر دینی تقدیم ملنی چاہیئے۔ کیوں کہ وہی
فی الواقعی قوم کی معمار ہے۔ میں مطلقاً آزاد طریقہ تعلیم کا قائل نہیں۔ دیگر تمام امور کی طرح طریقہ
تعلیم کا تعین بھی ایک قوم کی ضروریات کے مانع ہونا چاہیئے۔ ہمارے مقاصد کے لئے مسلمان
لڑکیوں کی دینی تعلیم کافی ہے۔" ۳۱

۱۱۔ اسلامی ریسیرچ کی اہمیت، موجودہ دور میں اس کے تقاضے اور مستشرقین کی تحقیق کے
بارے میں اقبال کے نظریات مگر شستہ سطور میں گزر چکے ہیں۔ تحقیق اسلامی کے بنیادی
شرائط اور تحقیق کی عرض و غایت کیا ہے۔ خود اقبال کی زبانی سنئے۔

"نصر جائیے، عربی زبان میں حمارت پیدا کیجئے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی و سیاسی
تاریخ، تصوف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی کی اصلی روح ملک پہنچنے کی کوشش
کیجئے۔" ۳۲

الانتباہ

مغربی طرز تعلیم کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ مغربی تعلیم یا فتحہ حضرات اپنے طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ قدیم طرز پر تعلیم پائے ہوئے افراد میں ملکہ تحقیق اور قابلیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ صرف مسجد کے امام، نکاح خواں یا واعظ بن سکتے ہیں۔ یہ لوگ تحقیق سے عارمی ہوتے ہیں دخیرہ دغیرہ۔ یہ خیال سرے سے غلط ہے۔ قدیم طرز کی مشرقی تعلیم طلباء میں ”وہ پیدا کرتی تھی کہ آج کی یونیورسٹیوں کے فاضل بھی دہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ تحقیقی اور علمی میدان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اپنی بے نفسی اور سادگی سے ہمیشہ یہ لوگ یہ پچ مدنی کا دعویٰ کرتے جنرل سلیمن، جو شہلگی کے انسداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں اور جنہیں ہندوستانیوں کے ساتھ ملنے جلنے کا اتفاق عام یونیورسٹیوں سے زیادہ ہوتا رہا، ہندوستان کے دورِ زوال کی تعلیم کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:-

”دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں تعلیم اس قدر عام ہے جس قدر ہندوستان کے مسلمانوں میں۔ ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا مقصدی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اس طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیر اعظم اپنی اولاد کو۔ اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں دہی یہ لوگ عربی اور فارسی زبانوں میں سکھتے ہیں اور سات سال کے درس کے بعد ایک طالب علم اپنے سر پر جو اکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم

لئے مشہور فاضل و محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں امام احمد رضا کے ذمیں وکمال کا اس طرح اقرار کرتے ہیں: ”اعلیٰ حنفیت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے درس کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے نفس و کمال ذہانت، فطانت، طبائعی و درائی کے ساتھے بڑے علماء فضلا، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، عقیقین، مستشرقین انظروں میں نہیں جھیتے۔ مختصر یہ کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا۔ وہ کون سافن ہے جس سے وہ واقعہ نہیں؟ بخواریات مولانا احمد رضا بریلوی از پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ص ۱۵۱

اُر، عالم سے بھرا ہوتا ہے، دستار فضیلت باندھتا ہے اور اسی طرح روانی سے سفراء، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کر سکتا ہے جس طرح آکسفورد کا کامیاب طالب علم۔” ۲

علماء کے سادہ معمولی مکان، مسجدوں کے صحن اور خانقاہوں کے جھرے قدیم طرز تعلیم میں مرکز علوم و تحقیق کا کام دیتے تھے۔ جدید مغربی تعلیم کے زیر اثر ان علمی مراکز کے خلاف ایک باقاعدہ سازش جاری ہے۔ حالانکہ یہی سادہ اور تکلف سے دور علمی مراکز آج کی پر تکلف علمی درسگاہوں سے کسی صورت میں بھی کم درجہ نہ تھے۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، مدرسے اور دارالعلوموں کے بارے میں لکھا ہے کہ جس پائے کے علماء ان درسگاہوں سے اٹھے آج کے دور کو وہ علماء نصیب نہیں۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں ۳۔

”اگرچہ سُنَّۃ کے متصل ہی ممالک اسلامی میں درس و تدریس کا ایک عظیم اشان سلسلہ قائم ہو گیا اور انہیں دو ہیں صوبوں میں جس درجے کے یعنیکروں، ہزاروں مجتهد، فقیہ، ادیب، شاعر، فلاسفہ، مورخ پیدا ہو گئے۔ زمانے کے نوسوبرس کی وسیع مدت میں بھی اس پایہ کے لوگ نصیب نہیں ہوئے۔ لیکن تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحوں میں چوتھی صدی کے آخر تک بھی کسی معمولی کالج یا اسکول کا نشان نہیں ملتا۔ مسجدوں کے صحن، خانقاہوں کے جھرے علماء کے معمولی مکانات، یہی اس وقت کے مدرسے یا دارالعلوم تھے۔“ ۴

۱۔ تاریخ روہیل گھنٹہ میں تاریخ بریلی، مولفہ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ (ص ۹۷/۲)

نوت: جزء سیمن کی تصدیق پر مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:- ان سطو۔ سے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان کا نظام تعلیم اس زمانہ کے انگریزی نظام تعلیم سے یا آکسفورد کے موجودہ کلاسیکل کورس کے مقبول عام نصاب سے کسی طرح پست نہ تھا؛ تاریخ روہیل گھنٹہ۔

۲۸۰

۲۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، مرتبہ شبلی نعمانی، مطبوعہ قرمی پریس لکھنؤ۔ بار دوم۔ ص ۳۲۔

امام احمد رض قدم سرہ بیکشست ایک عظیم ماہر تعلیم

امام احمد رضا قدس سرہ جہاد آزادی سے ایک سال قبل ۱۰ شوال ۱۳۲۳ھ
جنون ۱۸۵۳ء کو مرکزِ علم و فضل بربیلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا مختصر خلاصہ یہ ہے۔

۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۰ء چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔

۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۲ء کو مہایت النحو کی شرح لکھی۔

۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو اصول فقہ کی بلند مرتبہ کتاب مسلم البثوت پر حاشیہ لکھا۔

۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو مردجہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم سے فراغت پائی۔ دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر چودھ سال سے بھی کچھ کم نہیں۔

۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۹ء کو دارالافتاء بربیلی میں مسند افتاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جس کو آخری دم تک ایسا نہیا کہ شاید و باید۔

ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۸ء کو مارہرہ مطہرہ میں حاضر ہو کر والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد نقی خاں قدس سرہ کے ہمراہ قدوة الادلیاء الکاملین حضرت سید شاہ آں رسول قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اسی وقت جمیع سلسلہ طریقت کی اجازت سے مشرف ہوئے۔

۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۸ء کو والدین کے ہمراہ پہلا حج کیا۔ اسی دورانِ حریمین خریفین کے اعظم علماء کرام سے جملہ علوم و فنون کی اجازت حاصل کی۔ حریمین کے علماء نے "ضیاء الدین احمد" کا عظیم لقب عطا کیا۔ یہ عطیہ رباني دراصل آپ کے علم و فضل کا اظہار تھا۔

۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء کو علمی مرکز فرنگی محل میں نزول اجلال فرمایا۔

۱۵ اگست، اشوال ۱۴۱۳ھ / ۲۳ نومبر ۱۸۹۳ء عکوندوہ العلما کے جلسہ تاکیس میں شرکت فرمائی اور "اصلاحِ نصاب" پر ایک مفید مقالہ مپڑھا۔ اس اجلاس میں مکہ بھر کے جلیل القدر علماء ماہرین تعلیم جمع تھے۔ ان میں مولانا محمد علی مونگیری، مولانا ططف علی گٹھی، مولانا احمد حسن کانپوری، علامہ شبیلی نعمانی، شیعہ مجتهد غلام حسین کنستوری، مولوی محمد ابراہیم آردوی (اہل حدیث) اور مولوی محمد احسن بھاری (غیر مقلد) کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ ۱۰

۱۴ نومبر ۱۴۱۳ھ / ۰۲ دسمبر ۱۸۹۰ء میں بربیلی میں ایک عظیم نئے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو منظر اسلام کے نام سے مشہور ہوا۔

۱۴ نومبر ۱۴۱۳ھ / ۰۵ دسمبر ۱۸۹۰ء کو دوسرا حج کیا۔ اسی سفر حج کے دوران علماء مکہ معظمه و مدینہ منورہ اور عالم اسلام سے آئے ہوئے بے شمار فاضل علماء کرام نے با صرار امام احمد رضا قدس سرہ سے علوم و فنون اور سلسل طریقت کی اجازتیں حاصل کیں۔ جلیل القدر علماء نے آپ کی وہ عزت افزائی فرمائی کہ شاید ہی کسی کو نسبت ہوئی ہو۔ ۱۱

۱۴ نومبر ۱۴۱۳ھ / ۱۲ دسمبر ۱۸۹۰ء کو تدبیر فلاح و نجات اصلاح تصنیف فرمائی جس میں مسلمانوں کی ترقی و آزادی کے لئے تجوادیز مرتب فرمائیں۔

۱۴ نومبر ۱۴۱۳ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو بربیلی میں وصال

۱۱ سالانہ رپورٹ ندوۃ العلما، مطبوعہ کانپور ۱۴۱۳ھ عد بحوالہ تذکرہ محدث سو'تی ص ۱۰۶۔

نوٹ ہر مطبوعہ رپورٹ میں اس اجلاس کی اہمیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے: "وہ جلسہ جو مسلمانوں کے ادب اور ان کے باہمی نفاق اور نہ تبھی ہجکڑوں کو دور کر سکتا ہے۔ وہ صرف ندوۃ العلما ہے اور یہ ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا اجلاس ہے۔" ندوہ کی بے بار داداری کی بنیاد پر امام احمد رضا اور دیگر علماء اجل سنت اس سے علیحدہ ہو ہو گئے تھے۔ تذکرہ محدث سو'تی ص ۱۰۳۔

۱۲ سفر حج، علماء کرام کی اجازتیں حاصل کرنا اور خاص حریمین طبیبیں میں عزت افزائی کی تفصیل ملائکہ کرنے کے لئے رباع فرمائیں۔ (۱) الملفوظ حصہ دوم۔ (ب) الاجاتات التینیۃ لعلماً مکہ والمدینہ (ج) مقدمہ حسام الحجریں۔

(۱) ناصل بربیلی علما رجائز کی نظر میں دیگر

فرمایا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا خاندان برصغیر میں ایک عظیم علمی شہرت کا حامل رہا ہے۔ آباد اجداد کا شمار اپنے دور کے جلیل المرتب فضلاء میں ہوتا تھا۔ روحانی اور علمی امور میں یہ حضرات مرجع خلائق نظر ہے۔

مشہور نبیرگ مورخ مولوی عبد العزیز خاں بریلوی "اسلامی مدارس وغیرہ" کے سخوان سے بریلی کی علمی عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء مساجد و مدارس میں درس دیتے ہیں۔ مولوی حیدر علی لکھتے ہیں" اگرچہ شہر بالنس بریلی بمقابلہ دہلی، لکھنؤ، آگرہ قصبہ ہے۔ مگر کبھی یہ قصبہ عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسیوں اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا۔" ۳۰ یہی مولوی عبد العزیز خاں بریلوی خاص امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے خاندان کے علمی مقام کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"اس مدرسہ کو ایک مشہور سلسلہ خاندان سے نسبت ہے۔ جس کے مورث اعلیٰ محمد سعید خاں ان کے لڑکے محمد سعادت علی خاں، ان کے لڑکے محمد اعظم خاں، ان کے لڑکے محمد کاظم علی خاں، ان کے لڑکے محمد رضا علی خاں، ان کے لڑکے نقی علی خاں اور ان کے لڑکے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں۔

احمدرضا کے لڑکے حامد رضا خاں و مصطفیٰ رضا خاں صاحبان بہت مشہور ہوئے۔ محمد اعظم خاں نے دہلی سے بریلی سکونت منتقل کی۔ اس خاندان سے دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی رہی۔

مولوی احمد رضا خاں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے جنفی، سنتی، فاضل اجل، کامل اکمل سید شاہ آں رسول رحمۃ اللہ علیہ کے مردی پر خلیفہ تقریباً (۵۰۰) کتابیں تصنیف کیں۔ سفر حجاز میں علمائے عرب سے سندِ حدیث، فقہ و اصول و تفسیر حاصل کی۔ مسائل فقہ میں فتاویٰ رضویہ

۳۵۵ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی مولف مولوی عبد العزیز خاں بریلوی، میران اکیڈمی میں کراچی ص: نوٹ: ستا بہ ذکرہ پیشہ رہا میر تعلیم و اکثر اتفاق سین فریشی نے مقدمہ لکھا ہے۔

طويل ترین کتاب لکھی قرآن کریم کا بہترین ترجمہ کیا۔ ایک عمر فتاویٰ نویسی میں بہر کی تقریب و تحریر کے ذریعے سے پچاس برس خدمت دین میں گزارے۔ نام نامی اعلیٰ حضرت مولانا حاجی شاہ احمد رضا خاں، مجدد مائتھہ حاضر مشہور ہوا۔ تاریخ ولادت ۲۷ اصہ المتنوی ۱۵ ستمبر ۱۹۳۰ء
مدفن، مسکن سے قریب مقیدین کا سلسلہ دور دوزنک پھیلا ہوا۔ آپ کی جماعت کا نام ”جماعت رضائی مصطفیٰ“ دو درس گاہیں، ایک سو داگہی محلہ میں، دوسری مسجد بی بی صاحبہ جی میں (بہار پیو) دارالعلوم کا نام منظر اسلام“ ۲۶

امام احمد رضا قدس سرہ جن علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ان کی تعداد پچھپن سے زائد ہے۔ ان میں سے بعض علوم آپ نے اساتذہ کرام سے حاصل کئے۔ بعض علوم اساتذہ فن کی کتب سے مختص مطالعہ سے حاصل کئے۔ بعض علوم کو آپ نے ایجاد کیا، جن علوم پر آپ کو عبور تام تھا۔ ان میں ریاضی، هندیت اور طبیعت کے بعض وہ فنون ہیں جن سے آج کے علمی دور میں علماء قدیم اور علماء جدید دونوں کے کان نا آشنا ہیں۔ ۲۷ علی گڑھ یونیورسٹی کے دائیں چانسلر، مشہور ریاضی دان ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے پہلی ہی ملاقات کے بعد جو تاثر بیان کیا وہ آپ زر کھنے کے قابل ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

”حقیقت میں یہ یہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے“ ۲۸

۲۶۔ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ ص ۲۵۶۔

نوٹ ۱۔ جدید تحقیق کے مطابق آپ کی تصانیف تقریباً ایک ہزار ہیں۔ اور دسال ۱۹۲۱ء اکتوبر

۲۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ الاجازات المتنیۃ لعلماء مکہ والمدینہ کرہا، فقیر قادری عقی عنہ

اب۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔

۲۸۔ اکرام امام احمد رضا۔ تالیف ڈاکٹر محمد سعید احمد۔ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔

نوٹ ۲۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے ساری عمر انگریز اور ہندو کے خلاف قلمی جہاد میں گزاری۔ دہ شمس العلماء یا

اس نوعیت کے کسی خطاب کی خواہیں کس طرح کرتے ہی اور نہ آپ کے کسی متولی نے اس کی تحریک

کی۔ درستہ امام احمد رضا، ان کی اولاد، تلامذہ حتیٰ کہ خدام بھی اس پائے کے نام نہیں کہ بے دریغ

انہیں شمس العلماء کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ فقیر قادری عقی عنہ۔

تعلیم سے فارغ ہو کر امام احمد رضا قدس سرہ نے تدریس کے فرانش سر انجام دیئے۔ آپ کے اکثر تلمذہ آسمان علم و فضل کے نیز درختاں بن کر جھکے۔ ۷۶
اپنے دور کے جلیل القدر علماء سے امام احمد رضا قدس سرہ کے گھر سے علمی روابط تھے اکثر آپ کے ہاں علمی مخالف کا انعقاد ہوتا۔ جس میں یہ علمی ستارے جمع ہوئے، ایسا بھی ہوتا۔ ان علماء کے ہاں یا ان کے مدارس کے سالانہ اجلاس میں امام احمد رضا شریف ہوتے علمی مذاکرات ہوتے۔ بعض مدارس میں امام احمد رضا قدس سرہ لبطور متحن تشریف لے جاتے۔ طلبہ کی علمی استفادہ معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل سے براہ راست واقعیت حاصل کرتے۔ علمی مرکز کے ناظم حضرات آپ سے اکثر علمی امور پر مشورہ لیتے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے زندگی بھر ملازمت منیں کی کہ ملازمت کے کچھ ایسے تقاضے ہوتے ہیں جو ملازم کو اپنی مرضی کے خلاف پورے کرنے پڑتے ہیں۔ آزادی کے ساتھ اظہار رائے ممکن نہیں ہوتا۔ مگر امام احمد رضا کو جو کچھ کہنا ہوتا۔ بڑے دائیں گاف الفاظ میں برمحل بیان کرفیتے۔ برصغیر میں ایک ہزار سالہ مسلمانوں کے دورِ اقتدار کا زوال آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ نہ خداوندان اقتدار کی تعلیم اور ان کی تهدیب کے پرستاروں کی غیرِ داشمندانہ حرکات اور ۷۷

امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات مرجع العلماء تھی۔ دور دور سے طلباء استفادہ کے لئے ناضر ہوتے۔

یہاں تک کہ سماں پور اور دیوبند کے چند طلباء بھی حدیث دفتہ کے درس کے لئے عاصمہ ہوتے۔

چودھویں صدی کے مجدد، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور۔ جس ۸۵۔

فاضل بریلوی کے تلمذہ کی طبیعتی نظرست میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا حسن رضا خاں۔ ۲۔ مولانا محمد رضا خاں۔ ۳۔ مولانا حامد رضا خاں

۴۔ مولانا سید اشرف اشرفی ۵۔ مولانا سید محمد محمد کچھوپری ۶۔ مولانا ظفر الدین بہاری

۷۔ مولانا عبد الواحد پیغمبری ۸۔ مولانا سینیں رضا خاں ۹۔ مولانا سلطان احمد خاں

۱۰۔ مولانا سید امیر احمد ۱۱۔ مولانا حافظ یقین الدین ۱۲۔ مولانا حافظ عبد الکریم

۱۳۔ مولانا سید نور احمد چانگامی ۱۴۔ مولانا منور حسین ۱۵۔ مولانا داعظ الدین

۱۶۔ مولانا عبد الرشید ۱۷۔ مولانا شاہ نلام محمد بخاری ۱۸۔ مولانا حکیم عزیز غوث ۱۹۔ مولانا نواب مرزا

اعدام ذممن کردار، قدیم اقدار سے نفرت اور جدید تہذیب سے محبت — یہ سب کچھ آپ کے
سامنے تھا۔ اس پر آپ کا دل تملکایا، تڑپا مسلمانوں کو نامسلمان بنانے کی ندموم کوششوں سے آپ
آپ نے بغور جائزہ لیا۔

اپنے خاندانی علمی لپر منظر کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ کی اپنی تمام زندگی عملی و
علمی مسائل اور ان کے حل سے متعلق گزرنی اور پھر بقول علامہ اقبال — "وہ بڑی سوچ
بچارا در غور دنکر کے بعد اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں اپنی رائے تبدیل کرنے کی
 ضرورت نہیں پڑتی" — دیگر حیثیات کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ ایک معلم تھے۔
ایک مفکر تھے، ایک مجدد تھے۔ ہندوستان کے دور آخر میں اتنی ہمہ گیر صفات و جہات کا مالک اور
بصیرت تامہ رکھنے والا مفکر بہت کم ہی دیکھنے میں آیا۔ وہ اس طبیب کی طرح قوم کا علاج کرتا رہا۔
جو اصل مرض کی تشخیص کے بعد ہی بنیادی علاج کرتا ہو۔ اس طرح اگرچہ یہ علاج دیر طلب ہوتا
ہے۔ مگر مؤثر اور دیر پاہوتا ہے۔

ان حیثیات کی موجودگی میں امام احمد رضا قدس سرہ کا کہا ہوا۔ اس قابل ہے کہ سناجائے،
پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

ام احمد ضاقدس سره العزيز

ك

نظرية تعلم

وظل ثانی، غایبتہ الارتفاع و مثل اول و ثانی و غروب شمس و شفق احمد وابیض کہ نماز و سحری و افطار وغیرہ امور دینیہ و مسائل شرعیہ میں اون کی سخت حاجت عامہ کو بروجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا الاتِ رصدیہ نامتصور۔ ان کی ناوافقی سے بہت سے لوگ غلطیوں میں بستار بنتے ہیں۔” ۳۷

امام احمد رضا قدس سرہ کی وضاحت و صراحت کی موجودگی میں کون ساعم ایسا ہے جس سے خدمتِ دین نہیں لی جاسکتی۔ یا انسان کی حاجات اصلیہ حقيقة میں مفید نہیں۔ نہ معلوم کہ علوم کی دینی و دینوی خانوں میں تقسیم کب ہوئی؟ ہاں اس کا ایک نتیجہ ضرور نکلا کہ وہ علوم جن کی تعلیم میں دین فہمی کی خدمت نہ لی جائے۔ وہ یقیناً اس قابل میں کہ ان کی تعلیم سے منع کیا جائے۔ وہ علوم باعثِ تضییع اوقات ہیں۔ مسلمان جب تک علوم کو ان اغراضِ صحیحہ کے لئے حاصل کرتے رہے۔ دنیا و آخرت میں سرخود رہے اور جب مسلمانوں نے اپنی تعلیم میں ان اغراضِ صحیحہ اور مقاصدِ حقيقة کو خارج کر دیا ہے۔ تب سے پستی میں ہیں۔ اگرچہ جملہ علوم و فنون کی تعلیم عام ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک مسلمانوں کا احترام اور وقار تعلیم میں ان اغراضِ صحیحہ کو نصب العین بنانے کی بنا پر مختار علم دین کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

”سُبْ سَيْ زِيَادَهُ، سُبْ كَيْ جَانُ، سُبْ كَيْ أَصْلُ اعْظَمِهِ وَهُدَيْنِ مُتَّيَّنِ مُتَّهَاجِـ جَسْ كَيْ رَسَّى مُضَبُّطِ
مُتَّهَاجِـ نَـ فَـ اـ گـلـوـںـ کـوـ اـنـ مـارـجـ عـالـیـہـ پـرـ پـنـچـاـیـاـ چـارـ دـانـگـ عـالـمـ مـیـںـ اـنـ کـیـ ہـبـیـتـ کـاـ سـکـہـ بـھـایـاـ،
نـانـ شـبـیـنـہـ کـےـ مـحـتـاجـوـںـ کـوـ مـلـنـتـاـجـوـںـ کـاـ مـاـلـکـ بـنـایـاـ اـوـ اـسـیـ کـےـ چـھـوـڑـنـےـ نـچـھـلـوـںـ کـوـ بـیـوـںـ چـاـہـذـلـتـ
مـیـںـ گـرـایـاـ۔ فـاـمـالـلـہـ وـاـنـاـ الـبـدـ رـاجـحـوـنـ، وـلـاحـوـلـ وـلـاقـوـةـ الـلـہـ
بـالـلـہـ الـعـلـیـ الـعـظـیـمـ“ ۳۸

دینی اور دینوی تعلیم کی تقسیم کی موجودگی میں یہ تصور کتنا بیگیب اور بعید معلوم ہوتا ہے۔ (مگر یہ حقیقت) کہ دینوی علوم کی تحصیل اگر حسن نیت کے ساتھ اور مقاصدِ صحیحہ کے لئے کرو گے وہی تعلیم

۳۷۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دھرم۔ مطبوعہ بیپور ضلع پیلی بھیت (انڈیا) ص ۸۱ - ۸۳

۳۸۔ مکتب امام احمد رضا بن الحاج نعل خان، کلکتہ۔ محررہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مندرجہ تیار است

صدر الالفائنل از مولانا سید غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور (بازدھم)، ص ۱۵۹

دینی بن جائے گی جس نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں۔ اچھا بھلا کام نیت بدلتے سے نامود بن جاتا ہے۔ لیکن امریٰ مانوای اور انہا الاعمال بالذیات احادیث کا شان درود یہی سبق دیتا ہے۔

اب ذرا دوسرے پہلو سے دیکھیں۔ عامۃ الناس کے ذہن کی سطح پر اتر کر امام احمد رضا قدس سُفُونے مسلمانوں کی ترقی کے لئے ہدایت فرمائی۔ ۱۹۱۲ھ / ۱۳۳۱ء کو نہ بیرفلاخ و سنجات و اصلاح کتاب میں چار نکاتی پروگرام پیش کیا۔ جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی۔

”علم دین کی ترویج و اشتافت کریں۔“ ۴

۱۱۔ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ / ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال سے چند ماہ پیشتر مسجد بنی حبیبی، بریلی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ شدید عدالت و نقاہت کے باعث خود امام احمد رضا قدس سرہ اس میں شرکیت نہ ہو سکے۔ لیکن آپ نے ایک پیغام بھیجا جو وہاں جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں بھی آپ نے اصلاح احوال کی انسنی تجویز کا اعادہ فرمایا کہ زور دیا جو تدبیرفلاخ و سنجات و اصلاح میں آپ نے اس سے پہلے بیان کی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔

”آنحضرت برس ہوئے جب اس جگہ کا نام و مکان بھی نہ تھا۔ فقیر نے فلاح مسلمین کے لئے چار تدبیریں شائع کی تھیں۔ امید ہے کہ ان پر غور فرمائیں کے اجراء میں سعی کریں گے۔“ و باللہ التوفیق والسلام“ ۵

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تمام اصناف علوم کی تعلیم ہا مقصود معاویہ دین فرمی، اور اللہ جل و علا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر علپنا ہے۔ تعلیم اگر خذارسی اور رسول شناسی میں

۵۔ اخبار دہربہ سکندری، رامپور جلد ۲۹۔ نمبر ۱، ۱۳۳۱ھ۔

ب۔ مہن م السواد الاعظم، مراد آباد جلد ۲، نمبر ۱۔ ۱۳۳۹ھ۔

ج۔ حیات صدر الالفاظل از مولانا سید غلام معین الدین۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۵۵

۶۔ دوامن الحیر، مطبوعہ بریلی دہاراں ۱۳۸۰ھ ص ۲

نوٹ: تدبیرفلاخ و سنجات و اصلاح کی چاروں تجویز کی بنی پر پرد فیصل محمد رضیع اللہ صدیقی نے ایک تحقیقی مقالہ نامنی بریلیت کے معاشر شہکات نامہ اس میں پرد فیصل محمد رضیع اللہ صدیقی نے جدید معاشریات کے میہانیں امام احمد رضا قدس سرہ کی اوریت دا بہت نہابت کی ہے۔ فقیر قادری عفی مدن

معاون نہیں تو بے کار محض اور تضیع اوقات ہے۔

ہمارے جامعات اور کلیات کے نصاب میں یہ کتنی زبردست کمی اور خامی ہے۔ غیر دل کی تقليید میں ہم نے علوم جدیدہ کی تعلیم کا انتظام تو کر دیا ہے مگر ان کی تعلیم میں سرے سے اللہ فاعل و مختار کا ذکر بھی غائب کر دیا گیا ہے۔ اس طرح تعلیم دی جا رہی ہے کہ طالب علم میں سمجھ بیٹھتا ہے کہ فلاں فلاں اشیاء سے فلاں مرکب بنتا ہے۔ فلاں شے کی اگر تحلیل کی جائے تو یہ اجزاء ملیں گے۔

“THERE IS A NATURE” کے تصور نے ہماری تعلیم سے خدا کا تصور غائب کر دیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ان سائنسی علوم کی تحصیل کے بعد نوجوان خدا سے بے گانہ اور دین سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اس کی کاوش صرف ماہیت اشیاء معلوم کرنے تک رہتی ہے۔ خالق ماہیت سے وہ عاری رہتا ہے۔

علوم جدیدہ ہوں یا قدیمه، میں اگر نیچپر کی حجہ اللہ جل مجدہ کا اضافہ کر دیا جائے تو طلبہ کے فکر و نظر میں حیرت انگیز انقلاب آسکتا ہے۔

۲۔ نظریہ افادیت

علوم اپنے انواع و اقسام کی کثرت کے باعث اس قدر کثیر ہیں کہ عام آدمی جس کی زندگی قلیل ہے۔ تمام علوم کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے وہ مفید علوم کی تحصیل کرے۔ اگر وقت ساتھ دے تو دوسرے علوم واقفیت کی غرض سے پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک نصاب میں وہ علوم شامل کئے جائیں جو دین و دنیا میں ”مفید“ ہوں۔ دین فہمی میں معین و معاون ہوں۔ ان کے نزدیک معیارِ افادیت یہی ہے۔ حضور نبی اکرم معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ رواہ ابن ماجہ عن جابر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: میں ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک وہ علوم جو صرف دینوی مقاصد میں مفید ہوں، ان کی تعلیم بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر شرعی تصورات سے منزہ ہوں۔ اس سلسلہ میں علوم

قدمیہ یا جدیدہ کی کوئی تمیز نہیں۔ جواز و عدم جواز کا معیار وہی افادیت ہے۔ بعض ماہرین تعلیم نے علوم کو محمود اور مردود علوم میں تقسیم کیا ہے۔ اس کی "اصل" یہ ہے کہ علوم فی نفسہا محمود ہیں۔ مگر ان کا تعلق "انہیں محمود و مردود میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دولت کہ فی نفسہا خیر ہے۔ مگر اس کا تعلق" اسے خیر اور شر میں تقسیم کر دیتا ہے۔ مگر معیار افادیت تو شرع مطہر ہے۔ لہ

امام احمد رضا قدس سرہ نے علوم نافعہ اور مفیدہ کے لئے ایک معیار مقرر فرمایا۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

"علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔" لہ

فقاہت وہ دولت عظیمی ہے، جسے خداوند کریم نے خیر کثیر فرمایا۔ ارشادِ رباني ہے۔

من يُؤْتَى الْحَكْمَةَ فَقَدْ أُنْتَ خَيْرًا كَثِيرًا آلامید

ترجمہ: جسے دین کی سماجی دلچسپی اسے خیر کثیر عطا ہوئی۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے فقاہت کو معیار افادیت و نافعیت مقرر فرمایا کہ سمندر کو کوڑے میں بند کر دیا ہے جتنا اس کو کھولیں گے اتنی ہی اس کی صداقت بڑھتی رہے گی۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریہ افادیت کو سمجھنے کے لئے آپ کی درج ذیل نگارشات ملاحظہ فرمائیں۔

و۔ کسی نے سوال کیا حدیث طلب العلم فرضیۃ علی کل مسلم میں کون سا علم مراد ہے۔ تمام علوم مراد ہیں یا مخصوص۔ اس استفتاء کے جواب کے چند اقتباسات آپ بھی پڑھیں۔

لہ امام غزالی فرماتے ہیں "مفید علوم وہ ہیں جن سے دنیا کی حقارت اور عقبی کی عظمت کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن سے آدمی آخرت کے مشکل اور دنیا داروں کی نادانی اور حماقت کو جانتا ہے اور کسریا، حسد، عجب، حرص، حب دنیا کی آفت اور ادن کا علاج پہچانتا ہے۔ یہ علم دنیا کے لاپچی کے حق میں جس ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا ہے"

اکسیر مہابت اور در ترجیح کیمیاٹ سعادت، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ (۱۸۹۰ء) ص ۶۵۔

لہ المفظ مولف مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان برطیوی، جلد اول۔ مطبوعہ سماجی۔ ص ۱۷

”فَقِيرٌ غَرَّاً اللَّهُ تَعَالَى قُرْآنٌ وَحَدِيثٌ سَيِّدٌ صَدَقٌ“
 فضائل (علم) صرف علوم دینیہ ہیں ولیس ان کے سوا کوئی علم، شرع کے نزدیک علم،
 نہ آیات و احادیث میں مراد۔ اگرچہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اسے علم کہا کریں
 ہاں آلات وسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے۔ مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل و
 بقصد توسل سمجھے جائیں۔ اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں، جیسے نماز کے لئے گھر سے
 جلتے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہیں۔ جب تک نماز کا انتظار کریں۔ نہ یہ
 کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں۔ نحوی، لغوی، ادیب، منطقی
 کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے۔ زندگانی عالم نہیں کہ جس حثیثت
 کے صدقہ میں انہیں نام و مقام علم حاصل ہوتا۔ جب وہ نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں
 نہ ان خوبیوں کے مصدق تھے۔ ”نہ قیامت“ تک ہوں گے ہاں اسے کہیں گے کہ ایک صنعت
 جانتا ہے۔ جیسے آہنگر و نجارت اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہا، طریقی
 کو ان کا فن دین میں صدر نہیں ہی پنچاتا اور فلسفہ توحید و مضر اسلام ہے۔ اس میں منہک
 رہنے والا لقب اجمل، حبیل اجمل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے۔ دلائل و لاقوة
 الابا لله العلی العظیم“ ہیات ہیات“ اسے علم سے کیا مناسبت۔ علم وہ ہے جو مصطفیٰ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے۔ نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ مس.....
 اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان و تکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات^۱
 امور مخالف شرع تعییم کئے جائیں۔ وہ بھی مثل نجوم حرام و ملووم اور ضرورت سے زائد حساب
 یا جغرافیہ وغیرہ مادا خل فضولیات ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ علم
 نہیں۔ قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وحوب عمل میں ان کی تہمسر ہے۔ اگر یا اجماع و
 قیاس کی طرف اشارہ ہے ہا اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول اخرج ابو داؤد و ابن
 ماجد و الحاکم عن عبد اللہ بن عمرو و ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم العلم ثلاثة آکیۃ محکمة او سنۃ
 فائمة او فرضیۃ عادلة و ما كان سوا ذلك فهو فضل

اشعبیں ہے اشیعیاں

مہرچ پر قال اللہ نے قال الرسول فضله باشر فضله می خواں اے فضواں
سے کل العلوم سوی القرآن مشغلا + الاحدیث و الفقه فی الدین ۳ہ
(ب) منطق، فلسفہ اور دیگر علوم قدیمیہ کی تعلیم کے جواز و عدم جواز کی بحث کے دوران امام
احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”نفس منطق کہ ایک علم آمی و خادم علم اعلیٰ الاعالیٰ ہے۔ اس کے اصل مسائل یعنی مباحثت
خمس و قول شارح و تقاسیم قضایا و تناقض و عکوس و صناعات خمس کے تعلم میں اصلًا کوئی
حرج شرعی نہیں نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں۔ بیان کرنے والے دامہ کی
مثال میں کل شیئی معلوم اللہ تعالیٰ دامہ کی حجۃ کل نکل متحرک دامہ لکھیں تو یہ ان کی تفصیر
ہے۔ منطق کا فصور نہیں۔ المہ مؤذین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث
اس کی عبارات و اصطلاحات سے مستفیٰ تھے۔ تو ان کے غیرہ بے شک ان قواعد کی حاجت
رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صرف دنخوا و معانی دبیان وغیرہ علوم کی
احتیاج نہ بھتی کہ یہ ان کے اصل سلیقہ میں مذکور نہ تھے۔ اس سے ان کے غیرہ کا اقتدار مفتلقی
نہیں ہوتا۔ لہذا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالیٰ نے فرمایا من لم یعرف
المنطق فلادفعۃ لہ فی العلوم احلا ۴ہ بہت امہ کرام نے اس سے اشتغال
رکھا۔ بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں۔ بلکہ اسفار دینیہ مثل کتب اصول فقة و اصول دین
کا مقدمہ بنایا۔ رد المحتار میں ہے۔

اما منطق الاسلام بیین الذی مقدماته قواعد اسلامیة

فلا وجہ للقول بحرمتہ بل سماه الغزالی معيار العلوم

۳ہ فتاویٰ رضویہ۔ مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ، جلد دہم۔ مطبوعہ میسل پور (بھارت) ص ۱۶-۱۷
نوٹ۔ ترجمہ شعر شیخ عبد الحق محدث بلوی: قال اللہ و قال الرسول کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب فضل ہے اے

فضولی تو فضول علم پڑھو۔ باہتہ؛

ترجمہ شعر امام شافعی: قرآن، حدیث اور فقہ فی الدین کے سوانح ام علوم ایک ہے کام مشتمل ہیں۔

۴ہ نبی جدید جو منطق نہیں جانتا اے علوم میں پختگی حاصل نہیں ہوتی۔

وقد الف فیہ علماء الاسلام و منهم المحقق ابن الہمام فانہ
اتی منه بیان معظم مطالبه فی مقدمۃ کتابہ التحریر الاصولی^{۱۵}
پاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتعال چاہئے۔ اس میں منہک ہو جانے والاسفیہ جاہل اور
مقاصد اصلیہ سے محروم و غافل ہے،^{۱۶}

ج:- بعض علماء نے منطق فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ کی تعلیم سے منع فرمایا خود امام احمد رضا قدس سرہ
نے بھی بعض مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔ آپ کی درج ذیل عبارت، ”فلسفہ تو حرام و
مضر اسلام ہے۔ اس میں منہک رہنے والا لقب اجہل، جاہل اجہل بلکہ اس سے زائد کا
مستحق ہے“^{۱۷}

گزشتہ مباحثت میں گزر چکی ہے۔ باہمی النظر میں اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بعض علوم
کی تعلیم ناروا ہے۔ حالانکہ بعض عبارات امہ کرام اور خود امام احمد رضا قدس سرہ سے یہ
روشن ہے کہ فلسفہ و منطق کی تعلیم نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ علوم بقیہ علوم کے لئے بہتر نہ
معیار العلوم ہیں۔ اس عقده کو امام احمد رضا قدس سرہ نے نفیس بحث کے بعد حل کیا ہے۔
مولوی کریم رضانے گنج گیا (انڈیا) سے ۳ شوال ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۴ء کو دو سوالات
پر مشتمل ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا۔ استفتاء کے سوالات کا
خلاصہ یہ ہے۔

۱۵ ترجمہ: مسلمانوں کی منطق کہ جس کے مقدمات تواعد شرعیہ ہیں۔ اس کی حرمت کے قول کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ امام غزالی
نے اسے معیار العلوم کہا ہے، علماء اسلام نے اس فن میں تنسائیف کی ہیں۔ انہی میں سے محقق ابن ہمام ہیں کہ
انہوں نے اپنی کتاب التحریر الاصولی کے مقدمہ میں اس فن کے عظیم مباحثت کو بیان کیا ہے۔

۱۶ فتاویٰ رضویہ جلد دہم، مطبوعہ بیلپور ضلع پیلی بھیت (بھارت) ص ۸۱۔

۱۷ فتاویٰ رضویہ جلد دہم - ص ۱۔

۱۸ مولوی ابوالحسنات ندوی سابق رفیق دار المعنیین نے درس نظامی کی خوبیوں کو یوں بیان کیا ہے۔
”اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ طالب علموں میں امعان نظر اور قوت مطالعہ پیدا کرنے کا
اس میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے اور جس کسی نے تحقیق سے پڑھا ہو تو کو اس کو معاً بعد ختم تعلیم کسی مخصوص
باتی صفحہ ۶۳ پر“

حضرت ملا نظام الدین^ح نے جو نصاب مقرر کیا تھا، (جسے آج تک درس نظامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) اس میں دینی علوم کے علاوہ علوم عقلی مثل فلسفہ و منطق و حکمت و ریاضی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ زیدان علوم عقلیہ کی تعلیم سے منع کرتا ہے۔ زید کا ایسا کرنا، کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

زید نے اپنے شاگرد عمرو سے بوقت درس حدیث عمد لیا تھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانا۔ طلباء میں مبارکہ و تلقاہت پیدا کرنے کے لئے عمرو اب اپنے شاگردوں کو معقولات کی تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں۔؟

استفتاء کے پہلے حصہ کے جواب کا ایک حصہ مرکزیت کے عنوان میں آپ نے ملاحظہ فرمایا
لاصہ بحث اول میں جو کچھ فرمایا وہ حفظ کے قابل ہے، فرماتے ہیں۔

”عمر کیجیے کتنا تفاوت احکام ہو گیا اور تعلیقات میں تو ہزار ہزار صورتیں تکلیفیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہرگز نہ کھلے گا اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ملے گا۔ لہ لایخفی علی من لہ ادنیٰ حظّ منہا تو متعلقہ علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو باجانز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتعال کے باعثِ توضیح و تلویح جیسی کتب جلیلہ عظیمہ و نیزیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جمالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے ہاں اکثر طبیعت و عالمہ الہمیات فلاسفہ مخدوٰلین صد ہا کفر صریح و شرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان و حرکت و افلک و ہیولی و صورت جرمیہ و نوعیہ و استطاقت، الوزاع موالید و نفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقه و انکار فاعل مختار و علم جزئیات و حشر اجسارت و جنت و نار و احاطہ خرق افلک و اعادہ معدوم و علم النجوم و احکام زائچہ عالم و زائچہ موالید و تسبیرات و فردار اور سیمیا وغیرہا یہ تو درس میں داخل نہیں۔ طبیعت و عالمہ الہمیات پڑھائے جاتے ہیں۔

فن میں کمال حاصل نہیں ہو جاتا۔ لیکن یہ صلاحیت ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ آئندہ محض اپنی محنت سے جس فن میں چاہے اچھی طرح کمال پیدا کرے..... اسی طرز تعلیم کا نتیجہ ملا

کمال الدین، بحر العلوم اور حمد اللہ جیسے علماء جمیل نکھلے ہیں ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں از ابوالحنفات ندوی مجلیح معارف دار المعنفین اعظم گزہد۔ ص ۱۰۳۔

فاقول و بالله التوفيق انصافا ان کی تعلیم و تعلم زہر ملک و نار محرق ہے۔ مگر بچند شرائط اولًا انہاک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے لوز قلب کو منطفی اور سلامت عقلی کو منتفی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے کیک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرراشد کی توقع۔ ثانیاً وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنبھی سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثبات حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو، ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔ ثالثاً وہ اپنی اس قدرت کو بہ التزام تمام ہر سبق کے ایسے محل و مقام پر استعمال بھی کرتا ہو۔ ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے۔ جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے۔ غرض اس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحرا العلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیف شریفہ کارابغاً متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے پورا سنتی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی غلطت و وقعت ممکن نہیں۔ خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم و بیکھرے۔ بعض طبائع خواہی سخاہی زیغ کی طرف جاتے ہیں۔ حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی اور حبوبی جلد پیر جاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و ان یرو و اسبیل الرشد لا یتخذ وہ سبیلاه
وان یرو و اسبیل الغی یتخذ وہ سبیلاه بالجملہ گراہ خیال یا مستعد ضلال
کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔

سادساً معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہونہ اغراض فاسدہ
سابعاً تنہا اسی پر قانع نہ ہو۔ بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت
اُس کے نور سے متحبی ہوتی رہے۔

ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالیٰ تشیید اذ ہاں ہو گی۔ ضلالات فلسفہ کے روپِ قدرت
میں گی۔ بہت بد نہیں کہ مناظرات میں کفار فلسفہ کا دامن پکڑتے ہیں۔ ان کی دندان شکنی
ہو سکے گی۔ انہیں اغراض سے درس نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا
نوبت پہنچی۔ یہاں تک کہ بہت حمقاء کے نزدیک یہی جمادات باطل علم مقصودہ قرار پا گئیں۔^۹

ان کلمات سے امام احمد رضا قدس سرہ کا علوم عقلیہ کی تعلیم کا مفہوم پر کھل کر سامنے آگیا بلکہ اگر مندرجہ بالا شرائط کی پابندی کی جائے تو دنیا کے تمام علوم کی تعلیم امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک جائز ہے۔ ذرا ماضی کی طرف جھانکئے۔ برصغیر پر غیر ملکی تسلط سے اسلامی و دینی تعلیم میں کس قدر اختلاط آگیا تھا۔ غیر ملکی صاحبان اقتدار نے اپنے اغراض فاسدہ کی خاطر انگریزی زبان کی تعلیم اس لئے رائج کی کہ یہاں کے لوگ انگریزی تعلیم اپنالیں سارے میں انہیں یہاں تک کامیابی ہوتی کہ آج غیر ملکی تسلط کے زوال کے باوجود مغربی تہذیب کو ہمارے نوجوانوں اور بوڑھوں نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ اس ابتدائی دور میں درود مند حضرات نے پیش بندی کی خاطر انگریزی زبان کی تعلیم کی مخالفت کی۔ خود امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔

”انگریزی اور وہ بے سود و تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین، دنیا میں بھی نہیں پڑتا۔ نہ صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں و مہلات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں محیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ..؟“ لہ مگر اس کے باوجود دیگر علوم و فنون اور ادب کی طرح انگریزی زبان کی تدریس و تعلیم کے مجوز وسائل پیش۔ بلکہ اگر اسے اغراض دینیہ کے لئے تعلیم کیا جائے تو باعثِ ثواب بھی۔ مولانا کریم رضا کے استفتاء میں آپ نے جو شرائط پیش کیں۔ ان کی موجودگی میں انگریزی تو کیا ہر علم کی تعلیم و تدریس جائز ہے۔ مگر ہم خاص اس بارے میں امام احمد رضا قدس سرہ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

”ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رونصاری انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں پیش طیکہ مہر تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے فاصل نہ ہو جائے۔ ورنہ جو چیز اپنادین و علم بعد در
نہ انگریزی تعلیم اس لئے حاصل کی جاتی ہی کہ دین نہ سی دنیا میں کام آئے گی۔ لیکن واقعات نے ان خیالات کی تائید نہیں کی۔ فقیر قادری معنی عده

”الْجَهَةُ الْمُوْتَمَنَّهُ فِي آمِيَّةِ الْمُتَحَنَّهِ“ مصنفہ امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم
مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور (باراڈل) ص ۹۳۔

فرض سکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔ اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل اشکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روانہ ہیں۔^{۱۲}

خلاصہ کلام یہ ہے کہ افادیت کی خاطر تمام علوم، خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ، عقلی ہوں یا نقلی کی تعلیم امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک جائز ہے۔

بالفاظ دیگر امام احمد رضا قدس سرہ افادیت کی خاطر علوم و فنون کی تعلم و تدریس کے قائل ہیں۔ اگر تعلیم علوم میں نظریہ افادیت سے صرف نظر کرنی جائے تو وہ تعلیم بے سود و تضییع اوقات ہے۔

۶۔ بعض بزرگ تو علوم جدیدہ بالخصوص انگریزی زبان کے پاس جانا تک روانہ ہیں رکھتے اس کے پر عکس امام احمد رضا قدس سرہ اگرچہ خود انگریزی زبان سے واقفیت تامہ تو نہیں رکھتے تھے تاہم دین فہمی اور تبلیغ و ارشاد کے لئے بوقت حاجت بقدر حاجت انگریزی زبان کا استعمال فرماتے۔

۱۹۔ مئی ۱۹۰۸ء کو رنگون سے ایک مستفتی محمد قادر غنی نے ایک استفتاء بزبان انگریزی آپ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ آپ نے اس کا جواب انگریزی میں لکھوا یا اور ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو روانہ فرمایا۔^{۱۳}

اس استفتاء اور فتویٰ کی نقل ڈاکٹر پرنسپل مسعود احمد مظلہ کی معرفت معارف رضا، مطبوعہ کراچی (۱۹۰۱ھ) میں شائع ہو چکی ہے۔

(۵) فلسفہ قدیمہ کے بعض اوہام باطلہ کا رد فرماتے ہوئے منطقہ البروج

OF THE EARTH OF THE SUN

۱۹۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۹۹
۱۳۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس طرز پر سوالی آتا اسی طرز پر جواب لکھتے۔ اردو اسلاف کا جواب اردو میں، فارسی کا فارسی میں، عربی کا عربی میں، انگریزی کا انگریزی میں، استفتاء کا جواب فارسی میں، فتویٰ رضویہ کے متعدد معقات پر ایسی یہاں تک کہ نشر استفتاء کا جواب نہ نظریں بلکہ نظریں کا نظم میں، فتویٰ رضویہ کے متعدد معقات پر ایسی مثاب موجود ہیں۔ فقیر قادری عقی عنہ۔

کی انگریزی اصطلاحات بطور وضاحت استعمال فرمائیں۔ ۲۱۷
 (و) ارباب "ندوۃ العلماء" نے انگریز کی وفاداری کے اظہار کے لئے انگریزی علوم کے ساتھ جب انگریزی تہذیب کو اپنایا تو امام احمد رضا قدس سر گئے بطور تنقید چند نظمیں لکھیں۔ جن میں انگریزی الفاظ کو بطور طنز استعمال فرمایا صاحب حسن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نیچر یاں راست خدا در کمند نیچرو قانون و را پائے بند
 سرتوا اند کہ زنجیر کشد خط بخدا اُش سنیچر کشد
 کیست سنیچر سی دالیں آئیں ست گول بکول آمدہ نیچر پرست
 چوں شده استارہ ہند آں دغل عرش و نلک جن دلک حشر تن
 نار و جنال جملہ غلط کر دو نلن کیست نبی پُر دل پُر جوش گو
 وحی چہ باشد سخن جوش او بر زده ببر ہم ہمہ از اصل دفرع
 دین نو آور و نو آور دشروع ریش حرام است و دُم فرق فرض
 عج سوئے انگلستان بود قطع ارض گفت بیا قوم شنو قوم من
 بیس سوئے اعزاز بُر و قوم من ذلت تاں دین مسلمانی ست
 مشرقتان اقدس میں امام احمد رضا نے جو نظم لکھی اس میں انگریزی الفاظ کا استعمال ملاحظہ ہو۔

ندو یاں کیس جلوہ در اپنی دلکچھ می کفند چوں بست می رند آں کار دیگر می کفند
 گہ روافض رابہ سر پتاج لطف اللہ مہند گم لوادر را به تخت برعالمان بر می کفند
 بمحبت درخت تخت دیں ہمیں جلوہ با صدک برآں پاڑری و سکاٹ با مشیر براڈر می کفند
 مفت مفت یافت ایں عزت کہ اولا ہم نشین با ماہان نجع و جنگ دلکش می کفند

۲۱۷ الکلمۃ المثلیۃ مصنف امام احمد رضا ، ص ۹۵

۲۱۸ المسجید المؤمنۃ فی آیۃ المستحبۃ ، مصنف امام احمد رضا ، مشمولہ رسائل ضریویہ جلد دوم ص ۱۳۲ - ۱۳۳

سازو ناز عالمان بیں نظم بزم دیں بدیں میز و اسٹیج و نکٹ ہاں و کلب گھر می کنند
زیں سگا لشہا چنے نا لشہا کہ خود ایں سرکشاں داور دا دار رابر لش گور نرمی کنند ۱۴
(ذ) افادیت کے اعتبار سے امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تعلیم و تعلم میں مذہب
حق سے آگاہی، باقی علوم کی تعلیم سے مقدم ہے۔ ضروریاتِ دین کی تعلیم کے بعد ہی
دیگر علوم کی تعلیم شرائط مذکورہ کے ساتھ جائز ہے۔

۲۳ شعبان ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۶ء کو سید حافظ وحید الدین نے موضع اٹنگہ چاند پور
پر گنہ نواب پور گنج (انڈیا) سے ایک استفتاء بریلی پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس علاقہ
میں ایک مدرسہ قدیم سے جاری ہے جس میں علم دین مثل حفظ قرآن و ناظرہ و ضروریات
دین و دینوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک فرقی نے گورنمنٹ سے درخواست کر کے سرکاری
مدرسہ جاری کر دایا ہے۔ اس میں جس قسم کی تعلیم ہو گی ظاہر ہے۔ دلوں مدرسون اور مدرسین
کا کیا حکم ہے۔ اس استفتاء کے جواب میں جو کچھ امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا ملاحظہ کیجئے
آپ کو نظر ہے افادیت سمجھنے میں کوئی دشواری نہ رہے گی۔ آپ ہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”علم دین سمجھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو۔ وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہ
ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے،
غرض ہر شخص جس حالت میں ہے۔ اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو۔ فرض
عین ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ کرے۔ جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت صنائع کرنا جائز
نہیں۔ حدیث میں ہے۔“

طلب العلم فرضیۃ علیٰ کل مسلم و مسلمة۔ جو فرض چپوڑ کرنفل
میں مشغول ہواں کی سخت بُرائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا کہا بیناہ
فی الرزکوۃ من فتاویٰ ما نہ کہ فرض چپوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا۔ غرض یہ

۱۴ ایضاً۔ ص ۱۲۳ نوٹ ب۔ ان نظموں کا انداز کرنے والی انداز میں اس بہتان کی تردید کر رہا ہے کہ
امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنت تھے۔ مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو۔ گناہ بے گناہی

علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسه، طبیعت، فلسفہ یا دیگر حرفات و دسوسر پڑھانے میں مشغول بلاشبہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین، فقہ، حدیث، تفسیر عربی زبان اس کی صرف و نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہ آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ *فَلَوْلَا نَفِرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طائِفَةٌ لَيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ* بھی علوم علم دین ہیں اور انہی کے پڑھنے پڑھنے میں ثواب اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں۔ ہاں جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغ پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہ ہادہ فنون پڑھے۔ جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں، تو ایک مباح کام ہو گا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔ درستہ سے مبادا دل آک فرمایہ شاد کہ از بہر دنیا وہدہ دین بباد عالمہ امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات کے مطابق ۱۔

۱۔ سب سے پہلے علم دین بقدر کفایت کی تعلیم ضروری ہے۔

۲۔ اس کے بعد ایک جماعت تفصیلی طور پر علوم دینیہ مثل حدیث تفسیر فقہ وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہو۔

۳۔ بقیہ افراد امت کے لئے مباح نہ ہے کہ وہ علوم جو دینوی امور میں کار آمد اور مفید ہوں، حاصل کریں ایسا کرننا ان کے لئے مباح ہے۔

۴۔ بغرض تحقیق و ترویج فرق باطلہ داوہا م نا اٹلہ ان علوم کی تحصیل جائز ہے۔ جن کی تحصیل و تعلیم سے عموماً علماء روکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے جن کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

(ج)۔ آج کے اس مادر پر آزاد ما حوال میں رومانی غزلیات اور جنبات معاشرہ پر مشتمل کتب پڑھنا پڑھانا معموب تصور نہیں کیا جاتا۔ نتیجہ سامنے ہے کہ نوجوانوں حتیٰ کہ بزرگوں کی

۱۔ نتاویٰ رضویٰ حلب دسم۔ ص ۱۰۸۔

آنکھوں سے حیاً غائب ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحب
من الدینان۔ امام احمد رضا قدس سرہ ایمان کی حفاظت اور حیاء کی محافظت کی
خاطر فضولیات و ہزلیات کی تعلیم و تعلم کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کی ابتدائی تعلیم
کے باسے میں فرماتے ہیں۔

”ہرگز ہرگز بہارِ دانش، بینا بازار، لشوی غنیمت وغیرہ کتب عشقیہ و غزلیات فستیقیہ
دیکھنے نہ دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے“ ۱۸
نظریہ افادیت سے آنکھیں بند کر کے ہمارے جامعات و کلیات نیز سکولوں کے نصاب
میں ایسے علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے جو نہ دین میں کار آمد ہیں اور دنیا میں
معین امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات کے مطابق اگر مضافاً میں کی ترتیب رکھی جائے
ابتدائی اور بنیادی ضروریات دینیہ کی تعلیم کے بعد ہی ویگر مضافاً میں کی تعلیم دی جائے
اور ان میں بھی مقصدیت کو پیش رکھا جائے۔ غیر مفید علوم کو نصاب سے خارج کر دیا
جائے تو ہمارے فارغ ہونے والے نوجوان مسلمان رہیں۔ ان کی عمر عزیزی کا کوئی لمحہ
غیر مفید علوم کی تحصیل میں صائم نہ ہو اور قومی پیارے پر ناقابل تلافی نقصان سے بچ
جائیں۔

۱۸۔ اے راہ رو پشتت بمنزل ہشدار

نظریہ حکمت

امام احمد رضا قدس سرہ کا علوم عقلیہ، سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہدایت وغیرہ کی تعلیم کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی کی روشنی میں پرکھ جائے نہ کہ آیات و احادیث کو سائنسی اصولوں اور فلسفہ و منطق وغیرہ کے دہمی نظریات کی روشنی میں معيارِ حق و صداقت اللہ اور رسول جبل و علام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرماں ہیں۔

علوم عقلیہ میں نظریات ہمیشہ پر لئے رہتے ہیں۔ ان علوم کے مشاہدات اور اصول کسی بھی ایک جگہ قائم نہیں رہتے۔ اگر قرآنی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو ان تبدیلی پر اصولوں کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے اور آیات و احادیث سے سائنسی مزاعمہ اصول کی خقانیت ثابت کرنے کی روشن اختیار کی جائے۔ تو لازم آئے گا کہ جب یہ مزاعمہ اصول بدل جائیں۔ قرآنی آیات و احادیث کی تکذیب کی جائے۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا معيار صداقت قرآن و حدیث ہے نہ کہ فلسفہ و منطق اور سائنس۔

سرپریز احمد خاں نے تفسیر القرآن میں یہی خطرناک روشن اختیار کی جستیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کچھ پایا قرآن و حدیث اور فضل الہی و کرم نبوی سے پایا۔ وہ قدر آنی یقینیات پر سائنسی خلائق کو فوتوپیٹ نہ دیتے تھے۔

یہ تو ابھی آپ نے سنا کہ سائنس سمیت تمام علوم عقلیہ ترقی پذیر ہیں اور ترقی پذیر یہ شے کامل نہیں ہوتی۔ قرآنی آیات و احادیث کامل اور غیر قابل تبدل ہیں۔ ناکمل کو تو کامل کی روشنی میں جانچا جاسکتا ہے۔ مگر کامل کو ناکامل پر پرکھنا جنون ہی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں علوم قدیمیہ از قسم منطق و فلسفہ اور علوم جدیدہ مثلاً سائنس و عیونیہ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ وہ تمام علوم کی حقانیت و صداقت آیات و احادیث کے غیر قبل اصولوں پر پیش کر کے حق و باطل کی

نشان دہی کرتے ہیں۔ لہ
علوم عقلیہ قدمیہ کے جو نظریات اسلامی اصولوں سے متصادم تھے۔ ان کے بارے میں
جا بجا صاف صاف بیان کیا۔ ان کی ترویدیہ میں مستقل رسائل تصنیف فرمائے۔ ان رسائل میں
سے یہ مشہور اور اہم ہیں۔

الكلمة الملمحة في الحكمة المحكمة لوهاء فلسفة المشمدة

فوز مبین در حکمت زمین ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

نزوں آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

قرآن و حدیث سے متصادم نظریات فلسفہ وغیرہ کے رو میں جو کچھ آپ نے فرمایا اس
کے چند اقتباسات حاضر ہیں۔

(۱) ”ہم نے تیس مقام ان (فلسفہ قدمیہ) کے رو میں لکھے۔ جن سے بعونہ تعالیٰ تمام فلسفہ
قدمیہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح بازی کچھ اطفال سے زیادہ وقت
منہیں رکھتا۔“ ۳۴

(ب) فلسفہ قدمیہ کے بعض غلط نظریات کے بطلان پر امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی گرفت
ملاحظہ ہو۔

”فلاک پر خرق وال التیام جائز ہے فلسفی اسے محال کہتا ہے اور اس کے فضلہ خواری چڑی
وغیرہم اسی بناء پر مراجح پاک کے منکر ہیں۔ ۳۵ طرفہ یہ کہ ایمان و کلمہ گولی و تصدیق
لہ سید محمد محدث کچھو چھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔“ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح و
سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے۔ مختصر حالات امام اہل سنت مشمولہ
احکام شریعت مطبوعہ کراچی۔ ص۔ ۲۔

۳۶ الكلمة الملمحة۔ مطبوعہ دہلی۔ ص ۵۔

۳۷ مراج جسمانی کا تازہ انکار کرنے والوں میں سر سید احمد خان اور ان کے متبیعین ہیں۔

قرآنِ عظیم و ایمانِ قیامت کے مدعی ہیں۔ قرآن و قیامت پر ایمان، استحالةٰ خرق والتیام کے ساتھ کیوں کر جمع ہوا جس میں بکثرت نصوص قاطعہ ہیں کہ روزِ قیامت آسمان پارہ پارہ ہو جائیں گے۔

وَلَكُنَ الظَّالِمِينَ بِاِيَاتِ اللَّهِ مَجْحُدَوْنَ ۔ ” ۱۷

(ج) قدیم فلسفہ میں آئیات اور طبیعت کی بعض بخشیں قرآن و حدیث سے سراسر متصادم تھیں۔ ان بخشیوں کی تدریس و تعلیم اس وقت تک ناروار ہے گی۔ جب تک ان میں حق و باطل کا امتیاز نہ کر دیا جائے۔ صنائع ہزارہ سے ایک استقناع امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عالم سید استاد کے ایک شاگرد نے علوم فلسفہ و منطق وغیرہ پڑھ کر استاد سے بتیری کا دعویٰ کر دیا ہے جواب فتویٰ کی چند سطور آپ بھی ملاحظہ کریں۔

”.....حال انکہ ایں علوم فلسفہ اعینی طبیعت و آئیات آنہا کہ مملود مشحون است از ضلالات شنیعہ و بطالات قطیعہ تا انکہ دروے انبار ہاست از کفر و شرک و انکار ضروریاتِ دین و خروار ہا از مضافات قرآن و محاوات فرمان انبیاء و مرسیین صلوات اللہ علی ائمہ علیهم الامداد و السلام علیهم اجمعین۔ وقد فصلنا بعضها عنقریب فی رسالت لناس میناها مقامع الحدید علی خدا المنطق الجدید اقمنا فیها الطامة الكبرى علی المتهورین من متكلمي الزمان و بالله التوفيق وعليه التکالد قطعاً از علوم محمره است ۔“ ۱۸

۱۷ کلمۃ الملمحۃ . ص ۲۳ -

۱۸ فتاویٰ رضویہ - جلد دہم - ص ۲۳ -

ترجمہ عبارت : فلاسفہ کیہی علوم اعینی طبیعت اور آئیات کہ گمراہیوں اور باطل بالتوں سے پُر ہیں۔ ان میں کفر و شرک اور ضروریاتِ دین کے انبار ہیں۔ قرآن اور فرمان انبیاء سے متصادم نظریات کا ڈھیر ہیں ہم نے ان میں بعض کا ذکر اپنے رسالہ مقامع الحدید علی خدا المنطق الجدید میں کیا۔ اس میں ہم نے زمانہ زمانہ حال کے متلفیین پر قیامت قائم کر دی ہے۔ قطعاً یہ علوم حرام ہیں۔

ایسے علوم محرمه جن میں اسلامی تعلیمات کے خلاف نظریات ہوں کی تعلیم کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

(۶) اب ذرائیں کی طرف آئیے۔ جدید رائیں کی بیفارسے بہت سے لوگ متاثر ہو کر قرآنی حقیقتوں کا انکار کر رہے ہیں۔ وجود آسمان، فرشتہ، جنت، دوزخ وغیرہ کا انکار ان کے نزدیک جائز ہی نہیں۔ بلکہ ضروری ٹھہرا سے مرعوبیت کے اس دور میں امام احمد رضا قدس سرہ کی آواز اور پکار یہ بھتی کہ قرآن کو مصنفو طی سے پکڑ د اور رائیں کو مسلمان بنالو۔ اسی کے اپنے الفاظ سُنبئے۔

"قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں۔ جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتدیں نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمانوں کو کیسے حلال ہو سکتا ہے؟" ۳۷

(۷) اسلامیہ کالج لاہور کے سابق پرنسپل مشحور ماہر ریاضی دسائیں پروفیسر مولوی حکم علی نقشبندی علیہ الرحمۃ ۳۸ نے ۱۹۱۹ھ / ۱۳۴۹ء میں سائنسی علوم کے بعض نظریات کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ التجاکی۔

"غريب نواز! کرم فرما! میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ سائنس دالوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے؟"

کسی غیر مسلم اور وہ بھی جدید تعلیم یافتہ کو مسلمان بنانے کا جذبہ کتنا قابل قدر ہے۔ اس سے سریز نے انگریزوں کی وفاداری میں ان اشیاء اور اس کے علاوہ اور بہت سی مسلم حقیقتوں کا انکار کر دیا۔ اپنی تفسیر میں ان کی نئی تاویلات کیں۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو۔

حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین عالی مطبوعہ علی گراؤ۔

۳۸ نزدیک آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ۔ ص ۶۔

۳۹ پروفیسر مولوی حاکم علی کے حالات زندگی اور خدمات پر پروفیسر محمد صدیق نے جوہی محنت سے حال ہی میں ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اسے مکتبہ رمنویہ لاہور نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا ہے۔

پر امام احمد رضا قدس سرہ کو فرطِ مسیت میں جدید سائنس کے نظریات پر مہر تصدیق ثبت کر دینا چاہیئے تھی مگر آپ کی نگاہ میں اس سے بلند تر مرتبہ تھا اور وہ تھا قرآنی حقائق کا غیر تبدل ثابت کرنا، موجودہ سائنسی نظریات کے مقابل آپ کی نگاہ میں قرآنی سائنس کی تعلیم ہی باعثِ فضیلت ہے۔ آپ نے مولوی حاکم علی کے جواب میں فرمایا۔

..... اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دین دار و سنتی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیوں کر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت ہماری سماجی میں اس کا رد نہ آئے۔ جب صحیٰ یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سے یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام، محبت فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہو گی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود پاماں کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا بطلان و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی۔ فہ

(و) بیسویں صدی کے اوائل میں بر صغیر میں طاعون کا مہک مرض اتنا عام ہوا کہ العباڑا^{لہ} اس دور میں بعض اطباء اور ڈاکٹروں نے غیر شرعی علاج اور تدا بیر تجویز کیں اور ان کو عام کرنا چاہا۔ ان غیر شرعی تجویز کے بارے میں علماء سے صحیٰ رجوع کیا گیا۔ ایک استفقاء امام احمد رضا قدس سرہ کو پیش کیا گیا۔ اس استفقاء کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے قرآن و حدیث کے غیر تبدل اصولوں کی برتری موجودہ سائنسی نظریات پر واضح موتی ہے۔ جواب کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

”سچا ہلاک تو یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اقدس کو کہ عینِ حکمت و خیر خواہی امت ہے۔ معاذ اللہ مضرت رسار خیال کیا جائے اور اس کے مقابل

طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بات کو اپنے لئے نافع سمجھا جائے۔

عَزَّ بِهِمْ أَنْ كُلَّهُمْ يُدْبِرُ وَبَا كُلِّهِ يُبَيِّنُتْ " ۖ

اطباء کی تجویزی اور علاج اگرچہ مفید لنظر آرہا تھا۔ مگر جب کہ وہ نصوص شرعیہ کے مخالف تھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کو رد کر دیا۔ آپ کی تعلیم کا محور تو قرآن و حدیث ہے نہ کہ طب اور سائنس۔ یہ اسی حد تک قابل قبول ہیں جب کہ اسلام کے تابع ہوں۔ (ز) موجودہ صدی کی ابتداء سے ہی سائنسی ایجادات نے کثرت سے دنیا کو جیت میں ڈال دیا اور ایک عالم پر ان کا سکھہ بیٹھ گیا۔ لوگ قرآنی صداقت اور عظمت کو بھول رہے ہیں۔ بلکہ بعض "مصلحین" نے تو قرآن و حدیث کی وہ تشریح و توضیح کی جن کو نئے آقایاں حکومت قبول کر لیں۔ اس پر فتن دور میں بھی امام احمد رضا قدس سرہ قرآن و حدیث کی صداقت اور عظمت کا علم بلند کئے رہے۔ اس موضوع پر آپ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۹ھ

معین مبین بہر دو شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ

الكلمة الملاهمة في الحكمة المحكمة لوهاء فلسفة المشئلة ۱۳۳۹ھ

امام احمد رضا قدس سرہ کے سائنسی نظریات معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ

ضروری ہے۔ ۖ

سائنس، تحقیق، تلاش اور ایجاد، دین و دل کی تقویت کے لئے ہوں تو ایمان افراد ہوتی ہیں۔ درستہ یہی امور آدمیت سوز اور شیطانی کام بن جاتے ہیں۔ آج کی مغربی دنیا اس کی لپیٹ میں آگئی ہے۔ سائنس اور ایجادات جب مسلمانوں کے پاس رکھیں یعنی اسلام کے تابع رکھیں۔ گرہ کشا اور رہنمائیں۔ جب یہ علوم اسلام سے ہٹ کر مغرب کی بے دین درگاہوں میں پہنچے تو ان کا مقصد ہی بدلتا گیا۔

۶- تيسير الماعون للسكن في الطاعون، مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ، مطبوعہ لاہور ص ۱۲۰۔

۷- الكلمة الملاهمة مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ - ص ۶ -

نظری علوم کے بارے میں امام موصوف کے نظریہ کو مختصر طور پر لوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ قرآن و حدیث کی حقیقتیں غیر تبدل ہیں اور رسانسِ انجی مسافر ہے: جو منزل پر انجی نہیں پہنچی اور انسانی عقل بغیر اسلام کی رہنمائی کے منزل پر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ نیزیہ کہ قرآنی علوم اور رسانسی نظریات میں اختلاف یا تضاد کی صورت میں قرآنی اصول کو اپنا معیار سمجھنا فرض ہے۔ علوم نظریہ سے اگر کوئی کام یا جاسکتا ہے تو خدمتِ دینِ مبین اور خدمت

مخلوقِ خدا —

نظریہ عظمت ۳:

عظمت سے میری مراد حضور انور اعلیٰ و اکمل سردار عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس و اظہر کی عظمت و عزت کا بیان ہے۔ بادی النظر میں یہ عنوان ایک معمولی نوعیت کا حامل ہے۔ مگر درحقیقت مسلمان کی زندگی اور اس کا ایمان اس کے بغیر اکمل ہے۔ روکھی بھیکی زندگی بے حقیقت ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تمام تعلیمات کا مقصد و مبتدا بارگاہِ مصطفیٰ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام میں نیاز منداش حاضری ہے۔ تمام علوم کی غرض و غایت گنبدِ خنزار کے مکین کے حضور عقیدت و محبت سے والیگی ہے عام ازیں یہ حاضری جسمانی ہو یا روحانی۔ — صاحبہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر علمائے امت نے اپنے اپنے انداز میں بارگاہ رسالت میں نذر انے پیش کئے۔ ایمان کی حقیقت امام احمد رضا قدس سرہ کی زبان سے سنئی ہے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سامنیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انسین
ایمان یہ کہتا ہے ہری جان ہیں یہ لے
آپ تمام علوم کی علمی قوتیں مدحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کر دینا
متابع حیات یقین فرماتے ہیں۔

من لم یعرف نفسه فی علکه لم یجده حلاوة الايمان ۴
آپ کی تعلیم کا مقتضایاً: اس غرض کو آپ کی تمام تصنیفات میں جا بجا مشاہدہ کیا
جاسکتا ہے۔ نظم و نشر میں جدتِ طبع کے باعث بعد والوں کے لئے نئی راہیں متعین کیں نشر
لئے حدائقِ بخشش مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ حصہ اول۔

۵ ۴ ترجمہ: جو شخص اپنی جان کو حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی میں گمراہ کر دے۔ وہ ایمان کی حladت سے محروم رہتا ہے۔

میں صرف دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہر مصنف اور مؤلف اپنی تصنیف و تالیف کی ابتداء خطبہ سے کرتا ہے۔ اس میں محمد الہی، نعمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب کی غرض و غایت بیان کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کتاب میں درج ہونے والے مضامین کے آخذ بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کو ترتیب دیا۔ اگرچہ یہ کتاب نام فقرہ کی کتابوں کی ترتیب پر ہے یعنی عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ۔ مگر خطبہ میں ایسا جدید انداز اختیار کیا کہ کتاب کی غرض و غایت اور معتقدین متاخرین فقہاء کے فتاویٰ و متون و شرح کے نام نعمت خریف کا انداز اختیار کر گئے۔ نوتے مستند و معتبر کتب فقرہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات جلیلہ کا مظہر بن گئیں ہے (ب) سلاسل طریقیت میں یہ دستور رائج ہے کہ وہ اپنے پیرانِ عظام کے اسماء گرامی بطور شجرہ پڑھتے ہیں اور اس کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اردو اور فارسی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے شجرہ کو منظوم کیا ہے۔ عربی نثر کے شجرہ میں مشائخ کرامہ کے اسماء کا ذکر اس انداز میں فرمایا کہ وہ اسماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بن گئے۔

تمہارے تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اول کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

تمہارے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۲) کشکرل فقیر قادری از احادیث امام احمد رضا قدس سرہ، مطبوعہ بربیلی۔

(ب) اہنامہ المیوان، امام احمد رضا نمبر

اس شجرہ کا تاریخی نام زهر الصادۃ من شجرۃ الاوئمۃ الحدادۃ
۵۱۳۰ھ ہے۔ نوٹ:- اس عنوان کی مزید مثالیں حدائق بخشش (حصہ اول، دوم سوم) الملفوظ مرتبہ مولانا محمد مصلحی رضا، سفتی اعظم بربیلی، فتح شہنشاہ وان القلوب بیکریجہ بخطاء اللہ حجب العوار عن مخدوم بہار دغیو مصنفات امام احمد رضا قدس سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

نظریہِ حرمت

- ۵ -

حرمت کا مفہوم یہ ہے کہ تعلیم اور متعلقات تعلیم سب کی عزت کی جائے متعلقات تعلیم میں استاد، کتاب، کاغذ، مکتب وغیرہ شامل ہیں۔ آج کی مروجہ تعلیم میں استاد کو صرف تنخواہ دار ملازم سمجھ لیا گیا ہے اور کتاب کو چند حروف کا مجموعہ تصور کر لیا گیا۔ حالانکہ کتاب علم ایسی نازک اور مقدس شے مکاذر یعنی ہے کہ کتاب اور استاد کا ادب ہماری درس گاہوں سے غائب ہے۔ بھی وجہ ہے کہ ہمارے مدارس، کلیات اور جامعات میں استاد اور شاگرد کے درمیان امتیازِ مرٹ چکا ہے۔ استاد کے احسانات علمیہ کو فراموش کر دینا ایک معمول ہے۔ اکثر اوقات استاد کی پگڑی شاگردوں کے ہاتھوں اچھلتی نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا جواب امام احمد رضا قدس سرہ کے پاس یہ ہے کہ ہمارے نظریہ تعلیم ہی سے ان مقدس اور اعلیٰ اقدار کا فقدان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ استاد کے احسانات کو مددِ نظر رکھا جائے۔ کاغذ، کتاب، مکتب کی حرمت و عزت کا پاس رکھا جائے تو کبھی بھی یہ صورت پیش نہ آئے۔

(۱) ضلع ہزارہ سے ایک استفتار پیش ہوا کہ ایک ناپاس شاگرد نے اپنے استاد سے زیادہ علم حاصل کر کے اس کی تحقیر کی ہے۔ اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا اس سے استاد اور شاگرد کے تعلقات پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

”امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم می آرند کہ فرمود
مَنْ عَلِمَنِی حَرُفًا فَقَدْ صَيَّرَنِی عَبْدًا إِنْ مَشَاءَ بَاعَ وَإِنْ مَشَأَ
أَعْتَقَ ہر کہ مرا حرفے آموخت پس بہ تحقیق مرا بندہ خود ساخت اگر خواہ فرد شد“

وَاگْرَ خَوَاهْ آزادْ كَنْدْ ۝ لِه
 دب، امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ استاد جس نے شاگرد کو ایک حرف بھی سمجھایا
 آتا ہے اور شاگرد بمنزلہ غلام۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ تعلیم دینے والا اعلیٰ
 اور ابتدائی تعلیم دینے والا کمتر۔ استاد بہرحال استاد ہے۔ خواہ کس درجے کا ہو۔ اس
 کے احسانات کو فراموش کر دینا انسانیت کے منافی ہے۔ اس سے نہ صرف شاگرد کی
 اپنی قدر و قیمت گھٹ جائے گی بلکہ وہ فیضان علم سے محروم رہے گا۔ آج کے شاگرد کو
 یہ احساس ہی نہیں کہ وہ استاد کے احسانات کو (خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں)
 پر اُپتیٹ ڈال کر کس خسارا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس خسارے کی طرف امام احمد رضا
 قدس سرہ نے یوں اشارہ فرمایا ہے

”نَاسِيَّاً إِذَا دُشِّنَّاً إِلَيْهِ أَنْتَ هَلْكَلٌ وَدَائِيْتَ قَاتِلٌ وَبَرَكَاتُ عِلْمٍ رَامِزٌ“

مبطل، العیاذ بالله ۝ ۳

(رج) شاگرد کو استاد کے حقوق کی حفاظت کا سبق دیتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔
 ”عَلَمَاءُ فَرَمَوْهُ اِنْدَازَ حِقٍ اِذْتَادَ بِرِشَّاگَرْدَ آنْسَتَ کَهْ بِرِفَارِشَ اُونَهْ نَشِينَدَ اَگْرِچِرَ اِسْتَادَ

حَاضِرَةَ باشَرَ ۝ ۴

لِهٗ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۰۔

ترجمہ:- حضرت امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ایک حرف کی تعلیم دی،
 اس نے مجھے اپنا علم بنالیا اگرچا ہے فروخت کرے اور اگر وہ چاہے تو مجھے آزاد کر دے۔

۴۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۹۔

ترجمہ:- استاد کے احسان کو فراموش کر دینا ایک مصیبت ہے، ایک قاتل بیماری ہے اور علم کی برکات کو
 نائل اور باطل کرنے والی بیماری ہے۔ اللہ کی پناہ ۔

۵۔ فتاویٰ علی رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۱۔

ترجمہ:- علماء فرماتے ہیں کہ شاگرد پر استاد کا حق یہ ہے کہ اس کی نشست پر نہ بیٹھے۔ اگرچہ استاد حاضر
 نہ ہو اور نشست غایی ہو۔

(۱) اسی عنوان پر آپ نے اپنا نظریہ ان الفاظ میں بھی پیش کیا۔

”ہم چنیں فرمودندہ اندکہ تلمیز را درافت ن و سخن گرفتن بر استاد تقدم و سبقت نبی رسید“

(۵) تعلیم جدید نے ایک مرض اور بڑھا دیا۔ شاگرد کچھ پڑھ لکھ کر سمجھتا ہے کہ میں نے وہ کچھ حاصل کر لیا ہے کہ اب مزید علم کی گنجائش نہیں۔ اسی زعم میں رہ کر وہ مزید علم سے محروم رہتا ہے۔ جب بھی وہ کسی عالم کے پاس جاتا ہے۔ یہی ہمہ دافی کا زخم اسے مزید حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا قدس سرہ کا نظریہ یہ ہے کہ علم حاصل کرو جہاں سے بھی تمہیں ملے اور اگر کسی عالم (خواہ تمہارے درجہ کا ہی کیوں نہ ہو۔) کے پاس جاؤ تو یہ سمجھ کر جاؤ کہ میں علم سے خالی ہوں۔ تب ہی جا کر اس کے علم سے فیض پاؤ گے۔ فرمایا:-

”لینے والے کو یہ چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے۔ تو اگرچہ کمالات

سے بھرا ہوا ہو اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے آپ کو بھرا سمجھے گا۔

خدا امائے کہ پُر شد دگر چوں مُرِد۔ بھر سے بڑن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی ہے

(۶) جو شخص بھی علم سے متعلق ہو، خواہ شاگرد ہو یا استاد، اس سے تواضع اختیار کرنا چاہیئے۔ تواضع سے بیضان علم میں اضافہ ہوتا ہے اور شان بڑھتی ہے۔ تعظیم اور تواضع کو بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر حدیث بنوی کی روشنی میں اس نظریہ کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

”اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے۔ تَوَاضَعُوا

لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَتَوَاضَعُوا إِلَيْهِمْ قَعْلَمُونَهُ وَلَا تَقْتُلُوكُنُوا

جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ - جس سے علم سکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جس سے

سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ بنو۔ رواہ الخطیب عن ابی

کے فتاویٰ صنویہ جلد دہم ص ۳ ترجمہ اسی طرح علماء فرماتے ہیں کہ چلنے اور گفتگو کرنے میں شاگرد استاد سے پہلے دکھ

لے مفہومات امام احمد رضا، مؤلفہ مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی جلد اول۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۹۳۔

ہریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ” ۱۷

(ز) ذریعۃ تعلیم کتاب اور حروف بھی معظم ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے متعدد مقالات پر اس قسم کے بیان فرمائے جس سے کتاب، حروف بلکہ نفس کا غذ کی حرمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے سامنے ایک استفتاء پیش ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ استاد چارپائی یا کرسی پر پیٹھا ہوتا ہے اور شاگرد نیچے فرش پر یا چٹائی پر۔ بہرحال اس کی تختی کتبہ میں کاغذ وغیرہ نیچے ہوتے ہیں۔ کیا اس سے کتاب و تختی کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ جواب میں آپ نے فرمایا۔

”ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں۔ اگرچہ جُد اجڑا لکھتے ہوں۔ جیسے تختی یا دصلی پر خواہ ان میں کوئی بُر انعام لکھا ہو۔ جیسے فرعون ابو جبل وغیرہما، تاہم حروف کی تغطیم کی جائے۔ اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت و تذلیل ہے۔ اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ تو کیوں کہ ادب ہو گا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اور آپ کے پیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں۔“ ۱۸

اسی حقیقت کو کتنے زور دار الفاظ میں بیان فرمایا۔

”حروف خود معظم ہیں۔ کما بیناہ فی فتاویٰ“ ۱۹

آج ہمارے تعلیمی اداروں میں نظم و ضبط کی کمی صرف دنیاۓ تعلیم کا ہی ایک بہت بڑاالمیہ نہیں بلکہ و قوم کے لئے ایک سنگین معاملہ بھی ہے اور اس رحمان کو اپنی رو میں بہنے دینے کا جواندراز فکر و عمل اختیار کر دیا گیا ہے وہ کسی اعتبار سے نہ قابل تعریف ہے اور نہ اسے قوم دلکش کے لئے خوش آئند رویہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۷ حجب العوار عن فن دم بہار مصنف امام احمد رضا قدس سرہ۔ مطبوعہ ۱۳-۱۴۔

۱۸ فتاویٰ صوبیہ جلد دہم۔ ص ۲۵۔

۱۹ الکشف شافیلیہ مکمل فتویٰ جبراہیہ مصنف امام احمد رضا قدس سرہ۔ مطبوعہ کان پور۔ ص ۵۲۔

اس سائنس اور ترقی کے زمانہ میں ہر طوف آزادی ہے۔ الیسی آزادی کہ نہ استاد کا
پاس نہ دالدین کا شرم و حیانہ ملکے دلیت کی پرودا معیارِ تعلیم رو بے احتطاط ہے۔ نظم و ضبط
کا فقدان ہے۔ ۶۷

اس ساری صورت کی ذمہ داری موجودہ طرزِ تعلیم اور نظریہ تعلیم پر ہے۔ ہماری درگاہوں
میں طلبہ میں استاد اور کتاب کا ادب پیدا کر دیا جائے تو ان ہی درس گاہوں کا ناگفتوں باحوال
انتہائی پچھے سکون اور پاکبزہ ہو جائے اور آئے دن کی ہار ہو سے ہمیشہ کے لئے سنجاتِ بل جائے
اس کے لئے امام احمد رحمان قدس سرہ کے پیش کردہ نظریہ حرمتِ استاد و کتاب پر

عمل ضروری ہے۔

لہ اقبال نے ایسے نوجوان کے بارے میں فرمایا۔

من ندارم آں مسلمان زادہ را دوست

کہ دردانش فزود در ادب کا سست

۴۔ نظریہ مہابت

مہابت سے ہماری مراد یہ ہے کہ زندگی میں وقار و سکون کی کیفیت پیدا کی جائے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو تعلیم کا مقصد ہی زندگی میں وقار و سکینہ پیدا کرنا ہے تعلیم کے بعد بھی اگر زندگی وقار و سکون کی کیفیت سے عاری رہی تو وہ تعلیم مغض ایک بو جھ ہے۔ جسے انسان پڑال دیا گیا ہے جالانکہ تعلیم تو انسانی بوھبوں کو ہلکا کرتی ہے۔ مقاصد تعلیم اور استاد و شاگرد کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ وقار و سکون کو تعلیم کی غرض بتاتے ہیں۔

”عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَمُوا الْعِلْمَ وَتَعْلَمُوا الْعَلَمَ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ وَتَوَاضَعُوا الْمَنْ تَعْلَمُونَ مِنْهُ لَهُ“

عہ س آخر اے با صبا ایں ہمہ آ دردہ تست
ہماری موجودہ تعلیم میں یہ زبردست خامی ہے کہ دوران تعلیم کے بعد ہمارے
تعلیم یافتہ حضرات میں وقار و سکون اور مہابت و محبت کا سماں پیدا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے
کہ تعلیم سے فراغت کے بعد طالب علم کی زندگی بے سکون و بے کیف ہی رہتی ہے۔ اس کے
قلب و قالب میں بے سکونی اور بے چیزی بستور باقی رہتی ہے بلکہ تعلیم کے بعد اس افسوس رابی
کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کاش ہماری تعلیم کے ذمہ دار حضرات کچھ ایسی روشن اختیار کریں اور ایسا ماحول پیدا کرنے
کی طرف متوجہ ہوں جس کی طرف امام احمد رضا قدس سرہ نے واضح مہایات دی ہیں

لہ نقادی رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۲۱۔ نترجمہ۔ نبی ارم صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے ردایت ہے کہ علم سکھو اور علم
کے لئے وقار و سکون سیکھو اور جس استادت تم نے علم سیکھا۔ اس کے سامنے تواضع اختیار کر د۔

۷۔ نظریہ الہیت

امام احمد رضا قدس سرہ اس امر کے داعی و فائل ہیں کہ تعلیم کی تمام تراستقدادات کو دین فہمی کے لئے منقص کر دیا جائے اور اس کے لئے کی جانے والی تمام مسامعی کا اجر مولا تعالیٰ سے طلب کیا جائے۔

آپ کی زندگی تعلیم، تبلیغ، تصنیف اور فتویٰ نوبی میں گزری یگر کیا مجال کہ ان امور پر معاوضہ کی طلب کا تصور بھی پیدا ہوا ہو۔ در دراز کے مقامات سے آنے والے استفتاء میں بعض اوقات یہ بھی پوچھا جاتا کہ فیس کیا ہوگی؟ یہ بات آپ کے لئے نہایت شاق ہوتی، بارہا تکھا کہ یہاں امور دینیہ کی تکمیل کے لئے کوئی فیس یا معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔ خالصۃ للہ یہ کام سرانجام دیئے جائیں گے۔

۱۴ صفر ۱۳۳۷ھ / نومبر ۱۹۱۸ء کے ایک استفتاء میں فیس کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیے۔

"یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتوے پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ ہندوستان و دیگر ممالک مثلًا چین، افریقیہ و امریکیہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیزیہ کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء تک اس در دراز سے فتوے جاری ہوئے۔ اکانٹے برس اور خود فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالیٰ اکا دن برس ہونے کو آئے ہیں۔ یعنی اس صفر کی ۲۷ تاریخ کو پچاس برس چھ میئنے گزرے۔ اس نوکم سو برس میں کتنے ہزار ہافتوے لکھے گئے۔ بارہ مجلدات تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کی ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہیں لیا گیا، نہ لیا

جائے گا، بعونہ تعالیٰ وله الحمد۔ معلوم نہیں کون سے ایسے لوگ ایسے لپت فطرت
دنی ہمہت ہیں جنہوں نے یہ صبغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے۔ جس کے باعث دُور دُور
کے ناداقف مسلمان کئی بار پوچھچکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی۔ ہمجا بیو!

ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنَّ أَجْرَى الْأَعْلَى لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔

ترجمہ:- میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا جرنوسارے جہانوں کے پروردگار پر ہے۔
اگر وہ چاہے۔“ ۱

آپ نے اپنے تمام متولیین اور والبستگان کو یہ نصیحت کر رکھی ہے۔

”تَائِيدُ اور سُخْتَ تَائِيدِ کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و
حَمَایتِ سنت میں جلب منفعت کا حنیاں دل میں بھی نہ لایں کہ ان کی خدمت خالصتہ
لوجه اللہ ہو۔“ ۲

۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔ ص ۲۳۰۔

نوٹ:- امام احمد رضا قدس سرہ کی جائیداد غیر منقولہ مکان اور زمین کے علاوہ منتقلہ جائیداد نہ ہتھی۔
سخاوت کی وجہتے تنگ دستی بھی آ جاتی۔ ایسے حالات میں ایسی بے نفسی سے خدماتِ دینیہ کی ملخصام
دہی۔ اشد الشکنا وقار ہے بلیت کی اس سے بڑھ کر اور کون سی مثال ہو سکتی ہے۔

۲۔ الرضا بریل شمارہ ربیع الآخر و جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔ ص ۹۔

۸۔ تعلیم اور جلب منفعت

برسیفر میں مسلمانوں کے ہزار سالہ اقتدار کے زوال اور عیز ملکی تسلط و تغلب نے یہاں کے لوگوں کو کئی حیثیتوں سے متاثر کیا مسلمانوں کی معاشرت بدلتی معيشت کمزور ہو گئی اس دریں چند مصلحین نے مسلمانوں کی عزت کی بحالی اور معيشت کو سارا دینے کے لئے جدید تعلیم کا حصول لازمی قرار دیا۔ انگریزی طرز تعلیم کی درس گاہوں سے طلباء، فارغ ہو کر دفتروں میں ملازمت کرنے لگے۔ لوگ سمجھے مقصد حاصل ہو گیا۔ مگر محتوا ہی عرصہ بعد یہی تعلیم مسلمانوں میں معاشی اضطراب پیدا کرنے کا باعث بنتی۔ معاشی فارغ الیالی کا خواب سریں اور ان کے رفقاء دیکھا تھا پورا نہ ہوا۔ مولوی محمد احمد خاں نے اس ساری صورت حال کو یوں بیان کیا ہے۔

”کچھ عرصہ تک تو یہ حالت رہی کہ تعلیم جدید نے مسلمانوں پر رزق کے دروازے کھوں دیئے۔ اوپنے اور متوسط طبقوں کی معاشی حالت سدھرنے لگی۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے طبقوں میں بھی جدید تعلیم بہت تیزی سے پھیلنے لگی۔ اس کا اثر تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ معاشی فارغ الیالی اور اقتصادی خوش حالی عام ہو جاتی۔ لیکن اس کے بر عکس جلد ہی ایک عجیب و غریب صورت نمودار ہوئی۔ انگریز دل کے جاری کردہ نظام تعلیم کا مقصد اصل تو یہ تھا کہ بر طائقی نظم و نسق کو چلانے کے لئے بابوؤں کی ایک ٹڑی تعداد تیار کی جائے۔ اس لئے جدید تعلیمی نظام میں سائنسی و فنی تعلیم پر کم اور لبرل وادیٰ تعلیم پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سال جپوٹے ٹڑے بابوؤں کی ایک کھیپ کی کھیپ کا بجou اور یونیورسٹیوں سے نکلنے لگی۔ ادھر سر کاری ملازمتوں کی تعداد بہر حال محدود تھی۔ آزاد پیشوں میں بھی کچھ بہت زیادہ گنجائش نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ علم کی ان جدید فیکٹریوں سے ہر سال جو ”مال“ کیثر تعداد میں نکلنے لگا تھا۔ اس کی کھپت ”بازار“ میں نہیں ہو سکتی تھی۔ یوں جمال بننے اور کام

آنے سے بچ رہا۔ وہ تبے کار، ہو گیا اس طرح چند ہی سال میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کا ایک عجیب و غریب طبقہ وجود میں آگیا۔ اس طبقہ کا یہ حال تھا کہ تعلیم جدید نے اس کی فکر و نظر کے زاویوں کو بدل دیا تھا۔ آزادی و حریت، قومی خودداری و غیرت کا احساس تقریباً مردہ ہو چکا تھا اور اس کی حججہ اپنی ہمہ دانی، بے جا خود و تعلیٰ نے لے لی تھی۔ دماغ میں تو یہ ہوا بھری تھی، مگر جب خالی مٹھی اقبال نے اسی طبقے کو مناسب کر کے کہا۔

” نوازِ سینہ مرجعِ جمن برد
زخونِ لالہ آں سوزِ کمن برد
بایں مکتب بایں والشِ چہ نازی
کہ ناس درکفت نداد و جان نتن برد ” ۱۶

حصولِ علم بڑائے دولت — کتنا خوبصورت پروگرام ہے، مگر کیا ایسا ممکن ہے کہ قومی سطح پر اس کے فوائد مرتب ہوئے ہوں۔ قوموں کی حیات میں چند شخصیات کی مثال پیش کرنا کسی طرح روایتیں ہوتیاں ہیں۔

خواجہ غلام الحسین برصغیر کے باشندوں کے لئے سائنس اور صنعت و حرفت کی تعلیم کی ضرورت اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

” ہمارے ہم وطنوں نے تعلیم کا بڑا مقصد یہ سمجھ رکھا ہے کہ فی اے، یا ایم اے کی ڈگری حاصل کر کے سرکاری نوکری حاصل کر لیں۔ اول تو نوکری ہی غلامی ہے۔ ۲۵ دوسرے اس

۱۶ اقبال اور مشکل تعلیم مصنف محمد احمد خان مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۳۷ - ۴۲

۲۵ مجتہد الاسلام مولانا حامد رضا خلفت اکبر امام احمد رضا قدس سر ہما نے برصغیر کے مسلمانوں کی معاشرتی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر بنانے کے کے ۱۹۲۵ء میں آں انڈیا میں کانفرنس منعقدہ مراد آباد میں چند تجادیز کا ذکر اپنے خطبہ صدارت میں کیا ہے۔ اس میں ملازمت کی حوصلہ نکلنی کی ہے اور صنعتی تعلیم اور تجارت پر زور دیا ہے۔

ملازمت کا حال یوں بیان فرماتے ہیں۔ ہمارا ذریعہ معاش صرف نوکری اور غذائی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب سلطان کو ملازم رکھنے سے پہلے بیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں ان کا حصول ٹھوک اہل ہے۔

اگر اسے دن کی بیگ و دو اور ان تینک کوششوں سے کوئی معمولی سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدوار دیں نام (لبقیہ آٹھو نصفی)

کادا مرہ اسی نسبت سے روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے جس نسبت سے تعلیم یافتول کی تعداد میں ترقی ہوتی جاتی ہے پس ضرور ہے کہ اس بھیڑچال کو روکا جائے۔ میری اس رائے سے کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ موجودہ تعلیم ملک میں مفسوسوں کی تعداد میں ترقی دے رہی ہے جسے ماہرین تعلیمیں نے تعلیم پڑھوںد کو معاشرتی نکتہ سے بیان کیا ہے۔ مگر اسی نظریہ کو امام احمد رضا قدس سرہ نے خالص مذہبی و دینی اعتبار سے دیکھا اور بیان کیا ہے۔ آپ کے نزدیک حصول تعلیم کا مقصد مدعای خدا شناسی و خدارسی ہے۔ آپ کی نظر میں تعلیم کی افادیت اسی وقت مسلم ہوگی۔ جب اس سے کوئی شرعی مقصود حاصل ہونا مقصود ہو۔ اگر حصول تعلیم کا مدعای غرض و غایبت صرف یہ ہو کہ حصول زر کا ذریعہ بناؤ۔ تو آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کا نظریہ ہے کہ کسی محمود شرعی غرض کے لئے علم حاصل کرو۔ رزق علم میں نہیں۔ وہ تو رزاق مطلق کے پاس ہے۔ وہ خود بندوں کا کفیل ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے آپ کی ذریغہ فیل نگارشات ملاحظہ فرمائیں

تہ حاشیہ فلسفہ تعلیم، مطبوعہ اگرہ (۱۹۰۵ء) ص ۸۶ -

بقیہ حاشیہ:- درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو۔ اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر سبراوات کر کے برسوں بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کر لی تو اس وقت تک قرض کا اتنا بارہ ہو جاتا ہے۔ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے.....
ہمیں یہ نہ سمجھنا پاہیئے کہ ہماری روزی نوکری بیس مخصر ہے۔ ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئیں۔
..... اب اس کی تمام قابلیتیں میکھ ہیں۔ بندیں بے کار ہیں۔ زندگی و بال ہے۔ اولاد کی تربیت اس ناداری میں کسی نکر ہو سکے خود تباہ اور نسل بر باد۔ لیکن اگر پیشہ درہتا ہا تھیں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا۔ نوکری گئی بلا سے اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دیں چاہئیے۔ نوکری کسی قوم کو معراج ترقی سمجھ نہیں پہنچا سکتی۔ دست کاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہئیے۔ خلیفہ صدارت ۱۹۲۵ء مولانا حامد رضا بریلوی، مطبوعہ عربی مشمولہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ گجرات ۱۹۰۷ء ص ۱۸۹ - ۱۹۰

(۱) در حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمده است مَنْ أَكَلَ بِالْعِلْمِ طَمَسَ اللَّهَ عَلَى وَجْهِهِ وَرَدَدَهُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَكَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ يعنی برکہ علم را ذریعہ جلب مال نماید حق عزوجل روئے اور امسخ فرناید و اور ابرہ و پاشنہ باش بازگرداند و آتش دوزخ با دنزاوار تراشد۔ ۲۷

امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں ایک تحریر بدیہ سکندری میں شائع فرمائی۔ اسی تحریر کو صمد الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اپنے موقر جریدہ السوا و الاعظم میں ۱۳۳۹ھ میں دوبارہ شائع کیا۔ اس تحریر میں مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے چارتہ بیر تجویز کی گئیں۔ انہیں تجویز کا خلاصہ امام احمد رضا قدس سرہ کے ایک مکتوب محترہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء عرب نام الحاج لعل خان صاحب کلکتہ میں ہے ایک حصہ ملاحظہ فرنایں۔

(۲) چهارم (تعلیم) کا حال ناگفہ ہے ہے۔ انظر نیں پاس کو رذاق مطلق سمجھا ہے۔ وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر ٹپھانی وہ معنید کہ عمر بھر کام نہ آئے۔ نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے۔ ابھی ابتدائی عمر کہ تعلیم کا زمانہ ہے۔ یوں گنوائی اب پاس ہونے میں جھکڑا ہے۔ تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا۔ تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ دنیاوی عزت بھی پالی تو عند الشرع ہزار ذلت کہیئے پھر علم دین سکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا وقت کون سا آئے گا۔ لا جرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضمکہ سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بیتیز گناوار، نالائق، بے ہودہ، احمق، بے خود جانے لگتے ہیں۔ بغرض غلط اگر ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علم دین سے غفلتیں ترک کرو گے۔ ۶ فہل

کہ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دهم۔ ص ۲۲۔

ترجمہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے علم کو جلب مال کا ذریعہ بتایا، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو مسخ فرمادیتا ہے۔ اس کو اس کی ایڑیوں پر پھریدیتا ہے اور آگ اس کے لئے بہت لائق ہے۔

اہتمام منقوص ۵

(ج) امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خان علیہ الرحمۃ (م ۳۰ ذیقعده ۱۲۹۶ھ / ۱۸۸۰ء) کی تصانیف کو منایت قدر کی نکاح سے دیکھا ان میں سے بعض مسودات کو خود ترتیب دیا بعض تابلوں کی تشریح کی۔ اپنے والد ماجد کی تصانیف کا تذکرہ بارہا محبت آمیر امداد میں فرمایا اور ان پر اعتماد فرمایا۔ آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں ”امام غزالی احیاء العلوم تھے میں روایت کرتے ہیں۔ مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ غَرَّ وَ جَلَّ كَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى مَا أَهْمَمَهُ وَ رَزْقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

جو شخص دینِ خدا میں دانائی حاصل کرتا ہے۔ خدا نے تعالیٰ جل شانہ اس کو اس چیز سے کہ غمگین کرے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی حجگہ سے کہ منیں جانتا رزق پہنچاتا ہے یعنی

(د) امام احمد رضا قدس سرہ کی معاشی حالت قابلِ رشک نہ بخنی۔ سوائے زین کے قطعہ کے اور کوئی جائیداد غیر منقولہ نہ بخنی اور نہ کوئی معقول آمدن۔ نہ کسی نواب یا حاکم کی طرف سے وظیفہ لیکن علمی وقار، فقیہانہ شان اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کسی دنیاوار کی مدح کر کے مالِ دنیا ملنے کا تصور بھی نہ کر سکتے بخختے کسی نے کہا کہ ریاست نان پارہ کے نواب کا قصیدہ کہیں وہ بہت انعام سے نوازے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے نواب کی بجائے شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت افسوس لکھی اور مقطعہ میں اس کا ردائل کی طرف اشارہ فرمایا
کروں مدح اہلِ دُول رضا پڑے اس بلا میں مسری بلا

بیس گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں منیں ۷

۵۔ مکتوب امام احمد رضا نمرہ صفر ۹۳۱ھ بنام الحاج نعل خان صاحب، مشمول حیات مدرس الافق،

مؤلفہ سید علام معین الدین نعیمی۔ مطبوعہ لاہور۔ بار دوم۔ ص ۱۶۱۔

۶۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ کیمیاۓ سعادت میں فرماتے ہیں ایسے علماء سے علم حاصل کرو جو طالب آخذت ہونہ کے طالب دنیا۔ اکسیر مدائیت ترجیح کیمیاۓ سعادت مطبوعہ نوٹکشور ۱۸۹۰ء۔ ص ۶۵۔

۷۔ رسالہ فی فضل العلم والعلماء مصنفہ مولانا نقی علی خان۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۰۔

۸۔ حدائق بخشش حصہ اول۔

۹ - نظریہ روحانیت

بر صغیر میں اسلام صوفی علماء کی کوششوں سے پھیلا اور جب بھی اسلام پر ابتلا عام کا دور آیا انہی صوفی نے بڑھ کر اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ سلطان المند خواجہ غریب نواز اجمیری، سلطان الاولیاء حضور داتا گنج بخش علی ہجویری، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرندي، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دسرے علماء نے تصوف کی شیریں مقالی سے اعلاء کلمۃ الحق، تجدید و احیائے دین اور اصلاح احوال کا فریضہ سراج نام دیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے عہد میں دیگر فتنوں کے علاوہ تصوف سے برگشتہ کرنے کی نہ موم سازش کی جا رہی تھی۔ کچھ جاہل متفسوف غیر شرعی حرکات کو تصوف کا نام دے رہے تھے۔ اکابر اسلاف کی اتباع میں آپ نے مسلمانوں کے روحاں اور امراض کے علاج کے لئے تصوف کا مجب غل دہرا�ا۔۔۔ خود جلیل القدر مشائخ عظام تے سلاسل طریقت کی اجازت میں حاصل کیے اور علماء و مشائخ اخلاف کو ان اجازات سے نوازا۔ اگرچہ مفتی کا کام صرف جسمانی احکام سے متعلق جواز و عدم جواز کا حکم جاری کرنا ہوتا ہے۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہ نے افشا کی ذمہ داریوں کے ساتھ تصوف کی تعلیم کو بھی رائج کیا۔

(۱) آپ نے علوم نافعہ کثیرہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے تصوف کو بھی ان علوم نافعہ میں شامل فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں۔ خواہ اصالۃ فقہ و حدیث و تصوف بے تخلیق و تفسیر قرآن بے افراط و تفریط، خواہ وساطۃ مثلًا سخون و صرف و معانی و بیان کہ فی حد و انتہا امر و نبی نہیں مگر فم قرآن و حدیث کے لئے وسیله ہیں؛ لہ

(ب) تضوف کے بارے میں اکثر لوگ افراط و تقریب میں پڑ کر جادہ حق سے ہٹ گئے کچھ الحکار کر سمجھیے اور کچھ غلو و مبالغہ میں پڑ گئے۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہ تضوف بے تحلیط کے نویڈہ عامل ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

”شرعیت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شرعیت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جداگانہ شرعیت سے محال و دشوار ہے۔ شرعیت پر ہی طریقت کا داردار ہے۔ شرعیت ہی اصل کا را اور مکار و معیار ہے۔ شرعیت ہی وہ را ہے، جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو را چلے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شرعیت مظہر ہی کے اتباع کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شرعیت رد فرمائے۔ وہ حقیقت نہیں بلے دینی اور زندگی ہے۔“ ۳۷

(ج) عام حالات میں صوفیہ کرام مخلوق سے منقطع رہتے ہیں۔ انہیں سوائے یادِ خدا کے اور کسی سے غرض نہیں ہوتی۔ مگر جب مسلمانوں پر کوئی افتاد عام آپؐ سے تو وہ مصلحت و تسبیح کو اگاہ کر کے میدانِ عمل میں آ جاتے ہیں اور اس ابتدارِ عام کا مقابلہ کرتے ہیں۔ دینِ اللہ کی شکل میں مسلمانوں پر افتاد پڑی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتنہ خلق قرآن ایجاد کیا۔ آپؐ نے اپنی عزیز جان بھی اس راہ میں صرف فرما دی۔ امام احمد رضا قدس سرہ اپنے دور کے بلند مرتبہ صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر آپؐ کی عملی زندگی اعتزازی و انحرافی تحریکات کے رویں گزری۔ فلاسفہ، زنا و قری، فرق باطل۔ سب کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے صوفیہ کے مجاہدات اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

”اس کے لئے بھی خدمات دھمایت مذہب حق و دفرق باطلہ (مجاہدات) ہیں۔ بلکہ اگر نہیت صالحہ ہو تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ، امام ابوالسحق اسفاری کی وجہ میں مبتدعین کی بدعتات کی اطلاع ہوئی پھر طویل پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترکِ دنیا و ما فیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا جائیا گلہۃ الحشیش اَنْتُمْ مُهْرُنَا وَ اَمْتَةٌ“

۳۷ مقال العرفاء مصنف امام احمد رضا۔

حَمَدٌ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ۔ اے سوکھی گھاس کھانے والوں تم
بیان ہوا درامت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنوں میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام
یہ آپ ہی کا کام ہے۔ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدہ عین کے رد
میں نہیں بھائیں؟“ ۳۶

(۱۵) امام احمد رضا قدس سرہ کی عادت مبارکہ یہ تھی۔ بعد نماز عصر مجلسِ عام میں تشریف رکھتے
لوگ اپنی مشکلات پیش کر کے حل طلب کرتے۔ اس مجلس میں دیگر موضوعات کے علاوہ تصوف
پر گفتگو فرماتے۔ اس گفتگو کو آپ کے خلف اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمۃ
نے تین جلدوں میں الملفوظ کے نام سے جمع فرمایا ہے۔ الملفوظ میں بہت سے ایسے ملفوظات
ملتے ہیں جن میں تصوف کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۱۶) مقاصد تصوف کی تبلیغ و تعلیم اور تعریج و اشاعت کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے
 مختلف تصانیف فرمائیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں۔

- ۱- الہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال۔
- ۲- انہار الانوار من بیمِ صلوٰۃ الاسوار
- ۳- اذہار الانوار من صنایعِ صلوٰۃ الاسوار
- ۴- طوالع النور فی حکم السراج علی القبور
- ۵- مجید معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم
- ۶- حاشیہ احیاء عدم الدین
- ۷- حاشیہ بہجۃ الاسرار
- ۸- الرؤمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ
- ۹- الفوز بالآمال فی الاوفاق والا عمل
- ۱۰- سلطنة المصطفیٰ فی مملکوت کل الورتی
- ۱۱- اسماع الاربعین فی شفاعة سید المرسلین

۱۶۔ الاجازات المتينة لعلماء بكرة والمدينة

۱۷۔ کشکول فقیر قادری

۱۸۔ وظیفہ قادریہ

۱۹۔ مقام العرفا وغیرہ

(ذ) امام احمد رضا قدس سرہ ہرسال بالالتزام اپنے شیخ طریقت حضرت سید آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کا عرس خود منعقد کرتے اور اس میں تبلیغ و ارشاد و تلقین حکم فرماتے۔

تعلیم کی عرض و غایت اطمینان قلب اور یقین کی دولت کا پانا ہے موجودہ تعلیمی ادارے اس عرض کو پورا کرنے سے عاری و فاصلہ رہے بیس امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریہ کے مطابق اگر تصوف و اخلاق کی تعلیم کو درس کا ہوں کی تعلیم کا جزو بنادیا جائے تو دولت یقین کا پانا ممکن اور آسان ہو جائے گا۔

۱۰ - نظریہ شعروادب

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک شعروادب کی بنیاد سچائی پر ہو، کذب، دروغ گوئی اور مبالغہ آمیزی سے پاک ہو، ادب زندگی کا عکاس ہو۔ آپ نے جو ادب پیش کیا، اس کی تاثیر برصغیر سے باہر دیکھ ڈالکر میں بھی سنی جا سکتی ہے۔ آپ اردو شاعری میں مولانا کفایت علی کافی بشید جہادِ آزادی اور براور خوردمولانا حسن رضا کا کلام سنتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یہ دونوں شاعر سچے تھے۔ جھوٹی شاعری کو وقت کا ضیارع وزیان سمجھ کر اس سے دُور بھاگتے۔ آپ کی شاعری کا محور نعت و منقبت ہے۔ ظاہر ہے اس میں شاعر لوگ اصل مقام سے ہٹ جاتے ہیں۔

نعت گوئی میں آپ کا مسلک سمجھنے کے لئے درج ذیل سطور کا مطالعہ فرمائیں۔

(ا) ”حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنے ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوبیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے، تو تنقیص ہوتی ہے۔ البته حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاح ہے اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“ ۱۶

(ب) بعض جاہلوں کا خیال یہ ہے کہ شعر کی تنگ زمین میں نعت گوئی کے وقت پابندی شروع نمکن نہیں۔ آپ نے اس دعویٰ کی تکنیک کی۔ خود اپنا دیوان اس معیار پر پیش کیا۔ پاس شروع اور نعت گوئی کا اجتماع آپ کے ہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ خود فرماتے ہیں۔

۱۶ المفوظ، مؤلف مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۳۳

جو کے شعر پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکرائے
لا اُس سبیش جلوہ زمزمه رصف کے یوں !! ۳

(ج) آپ کی نعمتِ گوئی قرآن سے متنبھت ہے۔ فرماتے ہیں۔

قرآن سے میں نے نعمتِ گوئی سمجھی
یعنی رہے احکام شریعت محفوظ ۳

(د) شاعری اگر آداب شریعت سے ہٹ جائے تو مذموم ہے۔ ایسے مبالغہ آمیز اور دروغ گو
بے لگام شعرا کے بارے میں قرآن کا فیصلہ سنیئے۔

واللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَنْهَا هُنَّ الظَّالِمُونَ الْآيَةِ مُگرَّاً لَوْكَ بَيْ بِإِدْبَابِ شَاعِرِهِ
کرتے ہیں۔ ہاں اگر شاعری کو آداب شریعت کا پابند کر دیا جائے۔ تو وہی محمود مستحسن
ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

”اشعار حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمد اللہی و نعمت رسالت پناہی جبل و علا و صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم و منقبت آل واصحاب و علمائے دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بر وجہ صحیح و نجیح
مقبول شرعی یا ذکر موت و تذکرہ آخرت واحوال قیامت وغیرہ لک مقاصد شرعیہ ہوں۔
قطعًا جائز دروا۔“ ۳

(۵) امام احمد رضا قدس سرہ نے نعمتِ گوئی میں الفاظ کے اختیاب کے لئے متقد میں د متاخرین
علمائے کرام کی نئکارشات کو معیار بنایا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر لفظ شہنشاہ کا استعمال
فرمایا۔ کسی نے اعتراض کیا یہ نعمت میں روائیں، اس کے لئے ایک مستقل تصنیف
”فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ“ فرمائی۔

دلاء امام احمد رضا قدس سرہ نے خود کرنے کے علاوہ دوسرے شعرا کے مشکل اشعار کی تشریع
مجھی کی ہے جنہی شاہ نور عالم میاں مارہروی نے ایک خط میں مرزا سودا کے درج ذیل

۳ محدث بن خشن حصہ اول۔

۳ محدث بن خشن حصہ اول۔

۳ فتاویٰ رضویہ جلد دسم۔ ص ۱۷۱ -

شعر کی تشریع طلب کی۔

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغا نے مسلمانی

نہ ٹوٹے شیخ سے زنا تسبیح سیمانے

اس شعر کی تشریع میں قرآنی آیات و احادیث پر مشتمل ایک تحریر پر سائل کو ردانہ فرمائی ہے (م)^۱، امام احمد رضا قادری مس سرہ کا دور مسلمانوں کی غلامی کا دور تھا۔ دور غلامی میں شعرو ادب میں غلامانہ اثرات در آتے ہیں۔ لہ۔ مگر آپ نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دامن ہے وابستہ کر کے ملت اسلامیہ کی کشتی کو تلاطم خیز موجود سے

بچالیا۔

شہ تفصیل ملاحظہ ہو۔ المدفوظ (حصہ اول) مؤلفہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی۔ ص ۳۱ -

نوٹ:- ذکر کردہ شعر کی تشریع اتنی بلند پایہ کی ہے کہ وہ وہم شاعر میں نہ گز رہی ہو گی۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

تہ۔ تفصیل کے لئے دھن خط شبی نعمانی کی نظم مندرجہ المحبۃ المؤمنہ مصنفہ امام احمد رضا۔ ص ۹۲ - ۹۳

۱۱۔ نظریہ ابتدائی تعلیم

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ تربیت کر کے اس کو یہودی یا نصرانی وغیرہ بنایا جائے ہیں جنہوں کو اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ بچپن میں ذہن کی تربیت ہی بچے کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ابتدائی عمر میں بچے کو وہ تعلیم دی جائے جس سے وہ صحیح معنوں میں مفید مسلمان بن سکے جائے۔

لہ ابتدائی تعلیم کہا یہ اور اس کی اہمیت سے متعلق برصیر کے علماء و مشائخ اہل سنت کا نامہ اجلاس آں اہمیت کا انفراس نے جو فیصلہ کیا وہ ملاحظہ ہو

۱۔ "ہر مقام کی سنسنی کافرنز کے اراکین کی ایک جماعت اور جہاں سنسنی کافرنزیں قائم نہ ہوتی ہوں۔ وہاں کے منتخب افراد امام مسجد یا کسی بااثر شخص کی راہنمائی میں ابتدائی تعلیم کو لازمی و ضروری قرار دینے پر مسلمانوں کو مجبور کریں اور ہر ہر گھر کے بچوں اور بچیوں کی نگرانی رکھیں۔ ابتدائی تعلیم سے مراد حروف شناسی سکھانا، عبارت خوانی بتانا اور ابتدائی سے ایمانیات ضبط کرانا اور اوامر و تواہی کی ترغیب و ترمیب اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مشور انبیاء کے مختصر معجزات اور حالات سے باخبر کرنا، یہ ابتدائی تعلیم میں داخل ہے..... دسمبر کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے ہر بچہ کو معتقدہ اردو، فارسی ضرور پڑھادی جائے۔ تاکہ وہ اردو اور فارسی کتابوں کو دیکھ کر مطلب حل کر سکے اور جو علوم کی کتابیں اردو، فارسی زبان میں ہیں۔ ان سے فائزہ حاصل کرے۔ (۲)

عربی تعلیم کے لئے تین حصے مقرر کئے جائیں۔ ایک ان لوگوں کے لئے جو بہت کم وقت تعلیم کے لئے دے سکتے ہیں۔ ایک ان کے لئے جو علوم و فنون میں تکمیل چاہئے ہیں۔ اور ایک متواسطیں کے لئے یہ

یہ دبی تجادیر ہیں جو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا نے ۱۹۲۵ء کے خطبہ صدارت میں پیش کیں۔ تجادیز منظور باقی حاشیہ آگے

ابتدائی تعلیم کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہ کا نظریہ نہایت مکمل اور واضح ہے۔ فرماتے ہیں۔

”..... زبانِ کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائے۔ جب تمیز آئے آداب سکھائے کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا لحاظ، بزرگوں کی تعلیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے قرآن مجید پڑھائے، استاد نیک صلح منقی صحیح الفقیرہ سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے۔ اس وقت کا بتایا پیغمبر کی کیا ہو گا حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب و اولیاء و علماء کی محبت و عظمت تعظیم کرے کہ اصل سنت و ذیور ایمان بلکہ باعثت بقاء ایمان ہے۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زهد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامتِ صدر و لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل — حرص و طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجیب، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برا بیوں کے ردائل پڑھائے۔ پڑھانے، سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر حشتم نمای تنبیہ تمدید کرے۔ مگر ہرگز کو سنا نہ دے کہ اس کا کو سنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہو گا۔ بلکہ اور زیادہ فساد کا اندریشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے۔ اکثر اوقات تمدید و تخلیق پر قانع رہے۔ کوڑا قبی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رُعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت انشاط پر باقی رہے۔ مگر زمانہ زمانہ زمہر بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یا بُر بُر بُر بد سے بد تر ہے...“

کردہ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء مشمولہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس،

مرتبہ محمد جبار الدین قادری مطبوعہ گراتس ۱۹۸۸ء ص ۲۸۱۔ ۲۸۲

۳۴ نتاوی رضویہ - جلد دهم - ص ۳۶ —

ابتدائی تعلیم سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریات اس قدر واضح ہیں کہ مزید
کسی تشریع کی ضرورت نہیں۔ امام موصوف یہ چاہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر زندگی کے جس شعبہ میں
داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔ جو آئندہ کرنا چاہے، کرے۔ مگر بنیادی طور پر مسلمان رہے۔
کے دل میں اسلام کی عظمت جاگنیں ہو۔ اس لئے وہ ابتدائی عمر میں اسلامی تعلیم پر خصوصی توجہ
دیتے ہیں۔

۱۲۔ نظریہ تعلیم نسوں

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز عورتوں کی تعلیم کے نہ صرف حامی میں بلکہ ان کے نزدیک عورتوں کی تعلیم لازمی ہے۔ مگر موجودہ بے راہ رو تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک عورتوں کو بنیادی مذہبی تعلیم دی جائے۔ طہارت، عبادات اور معاملات کی تعلیم دی جائے۔ مگر تعلیم کا ماحول نہایت پاکیزہ اور مستور ہونا چاہئے۔ ان کی تعلیم کے لئے اعلیٰ کردار کی حامل عورت اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ امنیں امور خانہ داری کی تربیت دی جائے اور عورتوں سے متعلقہ مخصوص مسائل کی تعلیم دی جائے۔

چونکہ امام احمد رضا قدس سرہ ایک فقیہ ہیں۔ اس لئے وہ عورتوں کے پرده کے سختی سے پابندی کے قائل ہیں۔ اس حیثیت سے مخلوط تعلیم کا تصور ان کے ہاں گناہ کبیرہ ہے۔ عورتوں کی تعلیم کے بارے میں آپ کے نظریات معلوم کرنے کے لئے ذیل کی عبارات کا مطالعہ ضروری ہے۔

(و) ”حدیث: طلبُ العلم فِرِیضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ“ کہ بوجہ کثرت طرق و تعدد مخارج حدیث حسن ہے۔ اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم کی فرضیت۔ تو یہ صادق نہ آئے گا۔ مگر اس علم پر حسین کا تعلم فرضی عین ہو۔^۱

^۱ اہنے فتاویٰ رضویہ۔ جلد دسم۔ ص ۱۶۔ نوٹ: مجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خلف امام احمد رضا قدس سرہ
ذرا تے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن
کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے۔ پرده کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ ”خطبہ
صدرت آل ائمہ یاسینی کانفرنس منعقدہ مراد آباد (۱۹۲۵ء) مشمول خطبات آل ائمہ کانفرنس۔ ص ۱۲۸۔

(ب) بآپ پر جو فرائض اولاد کی تعلیم سے متعلق ہیں۔ ان کی توضیح کے درمیان لٹکپوں کی مفید تعلیم و تربیت کا حکم دیا۔

"..... اسے سینا، پر فنا، کاتنا، کھانا، پکانا سکھائے۔ سورہ نور کی تعلیم سے لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے۔" ۳۶

(ج) طالبات کی تعلیم کے لئے ان عورت اساتذہ کا تقریب کیا جائے۔ جو کردار کے اعتبار سے اعلیٰ معیار کی حامل ہوں۔ اساتذہ کی صحبت و تربیت سے کے انکار ہے جس قسم کی صحبت و تربیت میسر آئے گی۔ وہی اثرات طلباء و طالبات میں پیدا ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ متقدی اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔" ۳۷

(د) اگر کوئی ایسا مرحلہ آجائے کہ عورت اساتذہ دستیاب نہ ہوں۔ مرو اساتذہ سے تعلیم دلوانی پڑسے تو اس صورت میں فرض ہے کہ طالبات پر دے میں رہیں اس صورت کے متعلق آپ کے ارشادات سنئے۔

"رہا پر وہ اس میں اوستاد وغیر اوستاد، عالم وغیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس

۳۸ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۲۴۔ **نوجٹے!** جدید تعلیم میں مفید اور غیر مفید علوم میں امتیاز نہیں کیا جاتا، صرف رواج کو دیکھا جاتا ہے۔ اس سے طبعی صلاحیتوں کے ضایع کے ساتھ ساتھ قومی سلط پر جو مفید تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس کا احساس ہر ذی ہوش کر سکتا ہے۔ لیکن عورتوں کے معاملہ میں بھی لوگ اس سے غافل ہیں۔ صرف نمائشی تعلیم پر اکتفا کر لی جاتی ہے۔ ماہر تعلیم ہر بڑی سپسرا عورتوں کی نمائشی تعلیم کے خلاف یوں لکھتا ہے۔ "یہ مثالیت عورتوں کی تعلیم میں اور بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جسمانی اور عقلی درجنوں قسم کی تربیت کے لحاظ سے مردوں کی نسبت عورتوں میں آرائش کا عنصر زیادہ غالب رہا ہے..... علی ہذا القیاس عورتوں کی تعلیم میں ہنرمندی اور خوش سلیقگی کے نام سے موسم کی جاتی ہے۔ اس کو حد تک فویت دی گئی ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نام دنوں کی خواہش فائدہ کے خیال پر غالب آگئی ہے۔" ۳۹ فلسفہ تعلیم مطبوعہ الگرہ۔ ص ۲۴۔

۳۸ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۲۶۔

سے کم عمر کی لڑکی کو پرداہ کی حاجت نہیں اور جب وہ پندرہ برس کی ہو سب غیر ملزم
سے پرداہ واجب اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں، تو واجب اور ملزم ظاہر
ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد مہبت موکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ و کمال
اشتها کا ہے۔ ”وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ أَهْلَ ذَمَانِهِ فَهُوَ جَاهِلٌ“ ۲۳
سرسید کو بجا طور پر جدید تعلیم کا فرک و داعی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لڑکوں
کے لئے جدید تعلیم کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان طالبات قدیم طرز کی اسلامی
تعلیم چھپوڑ کرنے میں مغرب زدہ تعلیم میں مشغول ہوں۔ ۱۸۸۳ء میں گور دا سپور کے مقام پر انہوں نے
خواتین پنجاب کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

”لے میری بنو! میں اپنی قوم کی خالتوں کی تعلیم سے بے پرواہ نہیں ہوں، میں دل
میں ان کی ترقی تعلیم کا خواہاں ہوں، مجھ کو جہاں تک مخالفت ہے، اس طریقہ تعلیم سے
ہے۔ جس کے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ انگلیش مائل ہیں۔ میں تمہیں نصیحت
کرتا ہوں کہ تم اپنا پرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے کی کوشش کرو۔ وہی طریقہ تعلیم تمہارے
لئے دین و دنیا میں بجلائی کا پھیل دے گا اور کانٹوں میں پڑنے سے محفوظ رکھے گا۔۔۔
..... میری خواہش یہ نہیں ہے کہ تم ان مقدس کتابوں کے بد لے جو تمہاری
دادیاں، نانیاں پڑھتی آئی ہیں اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابوں کا پڑھنا اختیار کرو۔ جو
اس زمانہ میں بھیلیتی جاتی ہیں۔ مردوں کو جو تمہارے لئے روٹی کما کر لانے والے ہیں، زمانہ
کی ضرورت کے مناسب کچھ ہی علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی ہی نئی عالم پہنچنے کی صریحت
پیش آئی ہو، مگر ان تبلیغوں سے جو ضرورت تعلیم کے متعلق تم کو پہلے تھی۔ اس میں کچھ

گہ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۹۔

نوٹ:- علی گڑھ یونیورسٹی میں جب مخلوط تعلیم کو جاری کیا گیا تو اس وقت متین علام نے اس کی
سخت مخالفت کی۔ اس مخالفت میں امام احمد رضا نقشہ سرہ کے خلیفہ مولانا سید محمد نعیم الدین
مراد آبادی سرفراست ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد، ج ۵، شمارہ ۷۔ ص ۴۴۔

تبدیلی منیں ہوئی۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے داقف ہو۔ اس کی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو۔ اخلاق میں نیکی اور نیک دلی، رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتوں کو بتاؤ میں لاؤ۔ گھر کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھو، اپنے گھر کی ماکے رہو۔ اس پر مثل شہزادی کے حکومت کرو اور مثل ایک لائٹ وزیرزادی کے منتظم رہو۔ اپنی اولاد کی پروردش کرو اپنی لڑکیوں کو تعلیم دے کر اپنا سا بناؤ۔ خدا ترسی، خدا پستی ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو۔ یہ تمہام سچی تعلیمِ نہایتِ عمدگی سے ان کتابوں سے حاصل ہوتی ہیں جو تمہاری دادیاں، نانیاں پڑھتی تھیں جیسی وہ اس زمانہ میں مفید تھیں۔ جیسی ہی اس زمانہ میں مفید ہیں۔ لپس اس زمانہ کی نامفید اوزنامبارک کتابوں کی تم کو کیا ضرورت ہے۔؟۔ ۵

سرسید سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار علامہ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں کیا۔ اکبر الہ آبادی کے ظریفانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ معسر بی ہے۔ مد نظر !!
وضعِ مشرقی کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہِ اشخے کی منتظر ہے نگاہ

تعلیمِ نسوں کے بارے میں ضربِ کلیم کا ایک قطعہ اقبال کا نظریہ تعلیم جو عورتوں سے متعلق ہے۔ پیش خدمت ہے۔

تہذیبِ فرشتگی ہے، اگر مرگِ اموات
ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے "زن" ہوتی ہے "نازن"

کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بے گانہ رہے "دیں" سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم وہ نرموت

ان اشعار میں تعلیمِ نسوان کے بارے میں اقبال دونظری پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مدرسہ زن دین سے بے گانہ نہ رہے۔

۲۔ عورت کو ایسی تعلیم نہ دی جائے جس سے وہ "زن" بننے کی بجائے "نازن" بن جائے۔

(۵) عورتوں کی تعلیم کی فرضیت کے قائل ہونے کے باوجود امام احمد رضا قدس سرہ
کتابتِ زنان کے مخالف ہیں۔ اس کے لئے وہ احادیث صحیحیہ اور تجارت
عديدة کو بطور شاہد پیش کرتے ہیں۔ کتابتِ زنان کا مسئلہ اگرچہ علماء میں مختلف
فیہ ہے، مگر آپ کا موقف یہ ہے۔

مارہرہ مطہرہ سے سید شاہ محمدی حسن مبارک صاحب نے ۳، ربیع الاول ۱۳۱۶ھ
کو ایک استفتاء ارسال کیا۔ جس میں استدعا کی گئی کہ عورتوں کی کتابت کے بارے
میں اپنے نظریات سے مطلع فرمائیں۔ جواب میں فرمایا۔

"عورتوں کو لکھنا لکھانا شرعاً ممنوع و سنت نصاریٰ و فتح باب هزاراں فتنہ اور
مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارت عديدة
شاہدِ عدل ہیں۔ متعدد حدیثیں اس سے ممانعت میں دار ہیں۔ جن میں بعض کی
سندر عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف و محفوظ ہونے کا
امام بیہقی نے اعادہ فرمایا اور پھر متعدد طرق دوسری قوت ہے اور عمل امت و
قبول علماء تیسری قوت اور محلِ احتیاط و سد فتنہ چوتھی قوت تو حدیث اقل حسن
ہے اور مخالفت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے.....

یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ اگلے زمانے کی دوچار بیویوں کے حالِ فعل سے استناد کا
بھاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورت کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر

ہوں۔ پر وہ شینیں اگرچہ حالتِ حیض میں ہوں کہ نماز پڑھتی ہی نہیں سکتیں۔ محض
شرکتِ بُرکت دعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں اور اب یہ احکام کیوں نہ ہے
حضرت ام المؤمنین حفصہ تو ام المؤمنین ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آج فقیرہ فاطمہ
سمیرندریہ بنتِ امام علاء الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مثل کون سی بی بی ہے۔ بلکہ بعد
تلash و تفحص صرف معدود النساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتادیتا ہے کہ سلفاً خلفاً
علماء و عامدہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہا ہے۔ صریحہ زمانے میں لاکھوں
کتاب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود پڑھا ہر کتابت ایک عظیم نافع
چیز ہے۔ اگر کتابت نسار میں حرج نہ ہوتا، جبکہ رامت سلف سے آج تک اس کے
ترک پر کسیوں اتفاق کرتی۔ بالجملہ سبیلِ سلامت اسی میں ہے۔ لہذا ان اجلہ علماء کرام
امام حافظ الحدیث البموسى و امام علماء توریشی و امام ابن الا شیر حجزی و علام طیبی و
امام جلال الدین سیوطی و علامہ طاہر فتنی و شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اسی طرف میل فرمایا۔ وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے۔ اب جو
اجانت کی طرف جائے، یا حال زمانہ سے غافل ہے یا امت مرحومہ کی خیرخواہی سے
عاطل..... اس حدیث میں علتِ منی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ
عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی
اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا۔ جو لکھنا نہ جانتے کی حالت میں
نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا سکے گا۔ نیز خطاب پنجی سے زیادہ
پوشیدہ ہے۔ تو اس میں حیله مکر کو بہت جلد راہ ملے گی۔ لہذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل
کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے۔ انتہی ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا۔
اے لوری کوئی دیت ہے متوازن مہتھیا۔ ۵۷

۵۷۔ نتادی رضویہ۔ جلد دهم۔ ص ۱۵۲۔ ۱۵۸۔

نوٹ:- احادیث کی عبارت اور علمی بحثیں جو عربی میں ہیں۔ ہم نے نقل نہ کیں۔ ان کا
تعلق علماء سے ہے۔

غیر ملکی امداد اور تعلیم

تعلیم کو عام اور سہل بنانے کے لئے اور ہر فرد متنفس کو حصولِ تعلیم کے موقع فراہم کرنے کے لئے بعض اوقات مسلمانوں کے اپنے مالی وسائل ناکافی ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں بغرض تعلیم غیر مسلموں سے مالی امداد لینا پڑتی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک غیر مسلموں کی ایسی امداد قبول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ امداد، مخالف شرع کاموں کے لئے نہ ہو۔

۲۔ مخالف شرع کاموں کی ترغیب کے لئے نہ ہو۔

۳۔ امداد کو کسی قومی مفاد پر ترجیح نہ دی جائے۔

بصیرتوں انگریزی دور اقتدار میں مسلمان اپنی تعلیم کے لئے غیر مسلم حکومت (انگریزوں) سے امداد لیتے رہے۔ بہت سے مدارس اسی امداد پر چلتے تھے۔ اس نظریہ کے مشروط جواز کو آپ نے اس طرح بیان فرمایا۔

”تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ (انگریزوں) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالف شرع سے مشروط ہو۔ نہ اس کی طرف مبخر ہو تو یہ نفع بے غائلہ ہے جس کی تحریک پر شرع مطہر سے اصلًا کوئی دلیل نہیں۔“ لہ

ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔

”جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں۔ اور ان میں وہاں بیت نیچریت وغیرہ حما کا داخل نہ ہو۔ ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے۔ ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا، نہ کہ جبکہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے۔“ ۳

لہ الجۃ المؤمنۃ فی آیۃ المعنۃ مصنفہ امام احمد رضا مشمولہ رسائل ضوییہ علدودم، ص ۹۲۔

لہ العضاء۔ ص ۹۲۔

کتاب اور تعلیم

اس عنوان میں کتاب کی دو ہیئتیوں کا تعین مقصود ہے۔

۱۔ ذریعہ تعلیم میں کتاب کا حصہ۔

۲۔ تعلیم میں کبیسی کتاب ہونی ضروری ہے۔

۳۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک کتاب تعلیم کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی ذرائع تعلیم ہیں مثلاً دعظ، خطبہ، تبلیغ و ارشاد وغیرہ۔

کسی نے عرض کیا کہ کتب میں ہی سے علم حاصل ہوتا ہے۔
جواب میں فرمایا۔

”بھی کافی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔“^۱

۴۔ تعلیم میں کون سی کتاب معتبر ہوگی۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا
اس کا خلاصہ یہ ہے۔

”کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے۔ جو کسی الماری سے مل۔ اس سے نقل کر کے کاپی ہوئ۔ سیدھی صاف بالتوں میں کسی کتاب سے کہ طبقی طور پر کسی بندگ کی طرف نسب ہو۔ استناد اور بات ہے۔ اور ایسے امر میں جسے سند نے کلمہ کفر بنا یا اور اس سے توہین شان رسالت کے جواز پر سند لایا۔ اس پر اعتماد اور بات۔ علماء کے نزدیک اونئی درجہ ثبوت یہ ہے کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل مقتول بذریعہ

ثقافت ہو۔“^۲

^۱ المفہوم مصنفہ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا۔ جلد اول۔ ص ۹۔

^۲ حجت العوار عن مخدوم بخار مصنفہ امام احمد رضا۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۵۔

”آخر قرار داد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے۔ جو ایسی مشورہ معمد کتابوں میں ہو۔ جن کی شهرت کے سبب ان میں تغیر و تحریف سے امان ہو۔“ ۳۶

۱۹۳۱/۱۲۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے عربی کورس میں ڈاکٹر نکلسن کی کتاب "تاریخ عربی ادب اور بُنی اسے کے اسلامی تاریخ کے نصاب میں جرمی کے پروفسر ڈاکٹر والنز کی ہستی آف دی اسلامک پبلیز و اخْل تھیں۔ ان کتابوں میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں نہایت بد تئیری کے کلمات استعمال کئے گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ احتجاج کرنے والوں میں حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلیفہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سرفراست ہیں۔ آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم میں ایک طویل احتجاجی نوٹ لکھا جس میں لکھا۔

”اگر یہ سچ ہے تو جن لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کتابوں کا نزدیکی کیا، یا ان کو یونیورسٹی کے کورس میں داخل کرنے کی سفارش کی وہ اسلام کے بدترین وثمن، اور ناپاک دل انسان ہیں۔ اور تمام دنیا کی لعنت و نفرت کے مستحق..... بیرونی منت سے پُر زور مطالبہ کیا جائے کہ وہ ان کتابوں کی اشاعت کو ایک دم روک دے۔ اور اس کے تمام نسخوں کو ضبط کرے۔ اور یونیورسٹی کے نصاب سے خارج کرو۔ جب تک ایسا نہ ہو مسلمان یونیورسٹی سے قطع تعلق کر دیں۔“ ۳۷

ایسی کتابیں، جن میں خلاف شرع مضامین ہوں۔ مغلطان بارگاہ خداوندی کی اہانت ہو۔ کسی بدترین کافر و فاسق کی تعریف ہو، کی تعلیم کسی طرح بھی روایتیں۔

۳۶۔ ایتنا۔ ص ۷۔

۳۷۔ السواد الاعظم مراد آباد۔ جلد ۱۔ نمبر ۱۰۔ ماہ صفر ۱۳۵۰ء۔ ص ۹۔

۱۵۔ ذریعہ تعلیم

تعلیم کے موضوع میں ذریعہ تعلیم ایک اہم تصوفیہ طلب امر ہے۔ ذریعہ تعلیم غلط رائج پانے سے اکثر طلباں اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ قومی صلاحیتیں اچاگر نہیں ہو سکتیں اجنبی زبان میں تعلیم یا مشکل انداز میں تعلیم، دونوں صورتوں میں طالب علم کی علمی ترقی میں حاصل ہوتی ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا اس بارے میں نظر یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم ہر شخص کو اس کی اپنی مادری یا علاقائی زبان میں دی جائے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مشکل یا غیر ملکی زبان استعمال کی جاسکتی ہے۔ اس نظر یہ ہے کہ اپ کا پورا فتاویٰ شاہدِ عادل ہے کہ جس شخص نے جس زبان میں استفتا پیش کیا اسی زبان میں اس کا جواب دیا اردو، فارسی، عربی حتیٰ کہ انگریزی زبان میں آئے ہوئے استفتاء کو انسی کی زبانوں میں جواب دیا۔ یہاں تک کہ اگر ایک شخص نظر کی نسبت نظم سے زیادہ دلچسپی یا مہارت رکھتا ہے تو اس کا جواب بھی نظم میں دیا۔

۱۶ - تعلیم اور غیر متعلقہ امور

تعلیم کو مفید اور معیاری بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دورانِ تعلیم غیر مفید اور غیر متعلقہ امور سے بچتا رہے۔ غیر متعلقہ امور میں پڑنا امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک وقت کا زیاد ہے۔ نیز ایسے آدمی کو تعلیم دینا جو خواہ مخواہ تعصب کی آگ کو دل میں رکھتا ہو، بے سود ہے۔

جناب امیر علی رضوی نے موضع سریان صنائع بریلی سے ایک استفتاء پیش کیا کہ فلاں فلاں آپ کے طریق کار، اوقاتِ نماز اور دیگر امور پر معرض ہیں ان کی تسلی کے لئے کیا کیا جائے۔ آپ نے جواب لکھا۔

”..... اللہ عز وجل فرماتا ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا كُلَّ
 نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْأَفْسُ وَالْجِنِّ يُوْحِي بِعُضُّهُمُ إِلَى
 بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا - یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیئے۔
 آدمیوں اور جنہوں میں کہ شیطان کہ ان میں ایک دشمن کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا
 ہے وھوکے کی۔ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ بتاؤ رہا تو ان کے ادنی
 غلام کیوں اپنے آقا یاں کرام کے ترکہ سے خرود رہیں جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم
 نالائقوں کو اپنے کریبوں کے ترکہ سے حصہ ملے۔ اللہ عز وجل فرماتے ہیں۔ وَأَعْرِضْ
 عَنِ الْجَاهِلِيِّنَ۔ جاہلوں سے منہ پھیر لو اور فرماتا ہے کہ جاہلوں کے جواب میں یوں
 کہو، لَا يَنْتَغِي الْجَاهِلِيِّنَ۔ جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے۔ نہ کہ وہ حضرات
 کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاذ دمتعصب آب بھی۔
 ایسوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ فَرْهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

”انیں چھوڑ داپنی سکرشی میں بھٹکتے رہیں۔“ ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں۔ مگر متصحّب معاند کو علم دنیا پے سود اور کذب و افتراء کا علاج مفقود سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بے ہودہ باتیں پیش نہ کرے ۔“ لہ

لہ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۱

مأخذ و مراجع

امام احمد رضا قدس سرہ	احکام شریعت
شاه ولی اللہ	الجائز المطیف
الطاوی القدس فی معرفۃ الطائف القدس	شاه ولی اللہ
محمد احمد خاں	اقبال اور مسلمہ تعلیم
شیخ عطاء اللہ	اقبال نامہ
شاه ولی اللہ	انفاس العارفین
پروفیسر محمد مسعود احمد	اکرام امام احمد رضا
امام عزازی	اکسیر مدایت (ترجمہ)
امام احمد رضا قدس سرہ	الاجازات المیتمنہ لعلماء بکتہ والمدینۃ
	الرضا بریلی بیع الآخر ۱۳۳۸ھ
امام احمد رضا قدس سرہ	الکشف شافیی فی حکم فولوجرافیا۔
" " "	المختصر المؤتمن فی آیۃ المحتمنہ
" " "	الكلمة المبهمة
علام اقبال	بانگ درا
امام احمد رضا قدس سرہ	بریق المزار بشیوع المزار
مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی	تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی
خواجہ رضی حیدر	تذکرہ محدث سورتی
ڈاکٹر برهان احمد فاروقی	تعلیم کا مسئلہ اور اس کا حل
	تعلیم کی نظریاتی اساس

تیر الماعون للسکن فی الطاعون

امام احمد رضا قدس سرہ

علامہ اقبال

سید محمد تقی

مولانا محمد ظفر الدین بہاری

امام احمد رضا قدس سرہ

امام احمد رضا قدس سرہ

" " "

پروفیسر محمد مسعود احمد

مولانا ظفر الدین بہاری

سید علام معین الدین نعیمی

الطاں حسین حالی

شاہ ولی اللہ

محمد جلال الدین قادری

جماعت رضاۓ مصطفیٰ بریلی

مولانا محمد نقی علی خاں

علامہ اقبال

امام احمد رضا قدس سرہ

جاودہ نامہ

جمهوریت اور تعلیم

چودھویں صدی کے مجدد

حدائق بخشش

حجب العوار عن مخدوم بہار

حسام الحرمین

حیاتِ مولانا احمد رضا بریلوی

حیاتِ اعلیٰ حضرت

حیاتِ صدر الافق

حیاتِ جاوید

خانمہ تادیل الاحادیث

خطبات آں انڈیا سنی کانفرنس

دوا منع الحجیب

رسالہ فی فضل العلم والعلماء

رموز بیخودی

زہرۃ الصلاۃ من شجرۃ الائمه المحدثة

سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء ۱۳۱۲ھ

الساوا و العظم مراد آباد جلد ۲، نمبر ۱ - جلد ۲، نمبر ۱

جلد ۵ نمبر ۱

جلد ۵ نمبر ۱

حکیم محمود احمد برکاتی

امام احمد رضا قدس سرہ

شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان

تہ شہنشاہ دان انقلوب بید المحبوب بخطار اللہ

فضل بریوی علماء حجاز کی نظریں	پروفیسر محمد مسعود احمد
فتاویٰ رضویہ (جلد اول)	امام احمد رضا
فتاویٰ رضویہ (جلد دوم)	" " "
" دہم	" "
فلسفہ تعلیم	هر بربٹ سپنسر (ترجمہ غلام الحسین پانی پتی)
کشف المحبوب فارسی	دانگن بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
کشکوں فقیر قادری	امام احمد رضا قدس سرہ
گناہ بے گناہی	پروفیسر محمد مسعود احمد
الملفوظ (جلد اول)	محمد مصطفیٰ رضا
" (دوم)	"
المیزان بمبئی	امام احمد رضا نمبر
محققر احیاء العلوم	امام عززالی رحمۃ اللہ علیہ
مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم	شبی نعمانی
مقال العرفاء	امام احمد رضا قدس سرہ
ذائق العارفین ترجمہ احیاء العلوم	امام عززالی رحمۃ اللہ علیہ
ماہنامہ فاران کراچی	جون ۱۹۶۵ ع
مجموعہ صایا ارلیج	پروفیسر محمد ایوب قادری
مشنوی مسافر	علامہ اقبال
نزول آیات فرقان لیکون زین و آسان	امام احمد رضا قدس سرہ
نزہتہ الناظرین	
بندوستمان کی قدمیں اسلامی درسگاہیں	مولوی ابوالحسنات ندوی

نعت شریف

عرش کی عقل دنگ کے پرخ میں آ ساں ہے
 جان مراد اب کدھر ہاتے ترا مکان ہے
 بزمِ شناۓ زلف میں میری عز و سر نکرو
 ساری بھارِ بہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے
 عرش پا کے مریغ عقل تھا کے گراغش آگیا
 اور ابھی منزوں پے پہلا ہی آستان ہے
 عرش پہ تازہ چھیر چھاڑ فرش پٹ طرفہ دھوم حام
 کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے
 انس کا انس اُسی سے ہے جان کی دہی جان ہے
 اک تیرے رُخ کی روشنی پین ہے دُباین کی
 دہ جونہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جونہ ہوں تو کچھ ہو
 گود میں عالمِ شباب، حالِ شباب کچھ پوچھ
 مجھ سایاہ کار کوئ؟ اُن سا شیفع ہے کہاں؟
 پیشِ نظر وہ نوبھارِ سجدے کو دل ہے بیقراء
 روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے
 شانِ خدا نہ ساتھ وے اُن کے خرام کا دو با
 پھر وہ تجھ ہی کو مہول جائیں دل تیر اجھاں ہے
 پیشِ نظر وہ نوبھارِ سجدے کو دل ہے بیقراء
 سدرے سے تازی میں چے زم می اک اڑان ہے
 بارِ جلال اٹھا یا گرچہ کلیچہ شق ہوا
 یوں تو یہ ماہِ سبز رنگ نظروں میں ہان پان
 خوف نہ رکھ رِ صادزا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
 تیرے یہے امان ہے تیرے یہے اماں ہے

مُناہت

از : اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، رحمۃ اللہ علیہ

جب پڑے مشکل شہرِ سکل کشا کا ساتھ ہو
شادی دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو
اُن کے پیارے رُخ کی صبح جانفر کا ساتھ ہو
اُن دینے والے پیارے پیشواؤ کا ساتھ ہو
صاحب کو ترشہ جو دو عطا کا ساتھ ہو
سید بے سایہ کے نطل بوا کا ساتھ ہو
وامِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
عیب پوشِ خلقِ ستارِ خطا کا ساتھ ہو
ان قسمِ ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
چشمِ گریانِ شیع مرتبہ کا ساتھ ہو
ان کی نجی نجی نظر وں کی حیا کا ساتھ ہو
آفتابِ ہاشمی نورِ الہمَّ کا ساتھ ہو
رُبِّ سَمَاءٍ کہنے والے غزوہ کا ساتھ ہو
قدیموں کے لب پا این رہنا کا ساتھ ہو

یا الہی جب رضا خواب گرانے سے سراہلنے
دولتِ بسیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
یا الہی ہجولِ جاؤں نزع کی تخلیع کو
یا الہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
یا الہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
یا الہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
یا الہی سردِ مہری پر ہوجب خورشیدِ خشر
یا الہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
یا الہی نامِ اعمال جب کھنے لگیں!
یا الہی جب بہیں آنھیں حابِ جرم میں
یا الہی جب حابِ خندہ بے جا رکائے
یا الہی زنگ لائیں جب میری بے باکیاں
یا الہی جب چلوں تاریک را ہپل صراط
یا الہی جب سرِ شمشیر پر چلنے پڑے
یا الہی جو دلکے نیک میں تجمیس کر دے

اعلیٰ حضرت بریلوی کے حضور؟

احمد رضیا! مجددِ دورانِ تکمیلی تو ہو یہ
محبوب کریا کے شنخواں تکمیلی تو ہو
جادہ شناسِ منزلِ ایمان تکمیلی تو ہو
مسندِ شیعینِ حفلِ الیقتنی تکمیلی تو ہو
پنجمِ دفائل کی شفیع فروزان تکمیلی تو ہو:
جس سے حریمِ نعمت ہے تابان تکمیلی تو ہو
تم رہبرِ اونضالِ ملت ہو با یقین
بحرِ علوم و شارحِ قرآن تکمیلی تو ہو
سلاطینِ کارروائی محبتِ ان مصطفیٰ
بدحتِ سرانے خواجہ گیہاں تکمیلی تو ہو
تم ہو امام نفسہ گران شہیدِ اُمّہ
اویچانشیں حضرتِ حسنان تکمیلی تو ہو
رودادِ شوقِ دمک سے تکھارے ہے باشہ
یعنی کتابِ عشق کے عنوان تکمیلی تو ہو
بلڑھ و تیر کونکرِ منور کی پھیک دو
ہمیں نارِ نورِ حکمرت و عرفان تکمیلی تو ہو
(رضی اللہ عنہم و عن ائمۃ الہدیۃ)

بیکم رجایل رجیل (نامه) — نذرگزار قمر سیزدهانجہ پیونا نہ ضلع سیالکوٹ

اپیل

- ۱ فرانس دو اجات کی ادائیگی کو ہر کام پر اؤیت دیجئے۔ اسی طرح عرام اور مکالموں اور بدعات سے احتساب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔
- ۲ فرائض نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت ان فرانس کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔
- ۳ خوش اخلاقی حُسین معاملہ اور وعدہ و فائی کو اپنا شعار بنائیے۔
- ۴ قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں۔ قرض معاف نہیں کیا جاتا۔
- ۵ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہتر ترجمہ کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔
- ۶ دین تین کی صحیح شناسی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نے پڑھ سکیں وہ پڑھنے کے لئے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔
- ۷ فاتحہ، عرس میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے اور بچلوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔
- ۸ ہر شہزاد، ہر محلہ میں لا بُریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا ائمہ کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔
- ۹ ہر شہر میں سنتی نڑپھر فراہم کرنے کیلئے کتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔
- ۱۰ اللہ تعالیٰ اور اس کے جیبِ کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام و فرایں جانے، ا عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کیلئے دعوتِ اسلامی کی تحریک میں شمولیت اٹھیں۔
- ۱۱ مرکزی مجلسِ صالاہوں کی کیفیت قبول کیجئے، زکینت فارم اجنس کے دفترے طلب کیجئے۔

اپیل

- ١ فرانس دو اجات کی ادائیگی کو ہر کام پر اذیت دیجئے۔ اسی طرح عرام اور مک کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بخلافی ہے۔
- ٢ فرائضہ ناز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت اور ان فرانص کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔
- ٣ خوش اخلاقی جسین عاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنائیے۔
- ٤ قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں۔ قرض معاف نہیں کیا جاتا۔
- ٥ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطابق سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہتر ترجمہ کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔
- ٦ دین میں کی صحیح شناسی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلو دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے جو حضرات خود نے پڑھ سکیں وہ پڑھنے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔
- ٧ فاتحہ، عرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریعت کی تقریبات میں کھانے اور پھلوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔
- ٨ ہر شہر اور ہر محلہ میں لا بُریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا نزدیکی کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔
- ٩ ہر شہر میں سنتی رٹریکٹ فراہم کرنے کیلئے کتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔
- ١٠ اللہ تعالیٰ اور اس کے جیبِ کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام دفتر میں جانے، عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کیلئے دعوتِ اسلامی کی تحریک میں شمولیت اخذ کر کر ملکی ملکی صالاہوں کی کمیت قبول کیجئے، زکیٰۃ فارم مجلس کے دفتر سے خلب کیجئے۔

مرکزی مجلس رضا لاہو پوسٹ بنس نمبر ۲۲۰۶

ام احمد صاحب اعظم

محمد لال الدین قادری

مرکزی مدرسہ رضنا اللہ فو